ASLAM. BURZA.

راہیں شباب کی

مخمور جالندھری

رسالہ بیسویں صدی دہلی

بیسویں صدی

بیسویں صدی

بیسویں صدی

With the best of wishes.
From:-
Aslam

ایک ناول

KASHMIR RESEARCH INSTITUTE * BREIN, SRINAGAR-191121
R. No.

راہیں شباب کی

KRi 574

راہیں شباب کی

مُصنّف

فرانس کا عظیم ترین ناول نگار

ابے پریووس

مترجم

مخمور جالندھری

پبلشر

رسالہ بیسویں صدی دہلی

قیمت دو روپے

KASHMIR RESEARCH INSTITUTE BREIN SRINAGAR-191121
SECRETARY
Kashmir Research Institute
Brein Srinagar Kashmir-191121

جُملہ حقوق دائمی بحقِ پبلشر محفوظ

ملنے کا پتہ

رسالہ بیسویں صدی دہلی

قیمت دو رُوپے

تعارف

ایبے پریووس کے ناول "مینن لیسکا" کی داستان قلوپطرہ اور ہیلین جیسی عظیم عورتوں کے سوانح حیات سے بھی زیادہ سحر انگیز اور دلآویز ہے۔ قلوپطرہ اور ہیلین نامور تاریخی شخصیتیں ہیں۔ لیکن اس ناول کی ہیروئن مینن ایک عام عورت تھی، لیکن اُس کا عشق تاریخی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ دُنیا کی ہر زبان کے ادب میں مینن کے کردار کا کوئی جواب نہیں۔ مینن زندگی کی دلفریبیوں، رنگینیوں، اور آرائشوں کی شیدائی تھی۔ لیکن اُس نے اپنے محبوب کی خاطر اُنھیں قدم قدم پر ٹھکرایا۔ بارہا جاہ وجلال اور تزک واحتشام اُس کے قدموں میں لاکر ڈھیر کر دیئے گئے لیکن وہ محبت کے دامن کو داغدار کرنے کے لئے تیار نہ ہوئی۔

ایبے پریووس کا یہ ناول جب شائع ہوا تو اِسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ نوجوان لڑکیاں اِسے چھپ چھپ کر پڑھتیں۔ نوجوان اپنی ہر مجلس میں اس کے واقعات چٹخارے لیکر بیان کرتے۔

بُوڑھے اِس ناول کے کرداروں پر سر دُھنتے۔ نقادوں نے اِسے دُنیا کا اکمل ترین طویل مختصر افسانہ قرار دیا۔ اِس ناول کی خُوبی یہ ہے کہ اِس میں فضول جزئیات نگاری کہیں بھی نہیں ہے۔ چھوٹے اور غیر اہم کرداروں کی عکاسی نہایت مختصر الفاظ میں کی گئی ہے۔ تاکہ داستان کے تسلسل اور دلچسپی میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ واقعات کچھ اس تیزی سے رُونما ہوتے ہیں کہ اِس ناول کا ایک جملہ پڑھنے کے بعد آپ اِسے ختم کئے بغیر نہیں چھوڑ سکتے۔ اِس ناول کی لُطف انگیزی سے آپ ہفتوں تک سرشار رہتے ہیں۔

اِس ناول کے ہیرو کا غم داندوہ حقیقت سے اِتنا قریب ہے کہ اُس کے تجربات ہمیں اپنے تجربات معلوم ہوتے ہیں۔ اِنسانی دِل کی تمام کیفیات اِس ناول میں قلمبند کی گئی ہیں۔ یہ داستان ہر لحاظ سے اِنسانی زِندگی کے نشیب و فراز کا آئینہ ہے۔ اِس میں زِندگی کی بوالعجبیوں اور مسرت آفرینیوں کی جھلک ہے۔ اِنسان محبت کے لئے کہاں تک قربانی کرسکتا ہے؟ اِس کی اِنتہا اسی ناول میں ملتی ہے۔

اِنسان کی مسرت میں حائل دیواروں کا ذکر بھی اِس ناول میں نہایت دِلفریب انداز میں کیا گیا ہے۔ زِندگی کے حقائق پر مُصنف کی گرفت اِتنی مضبوط ہے کہ اُس کا یہ ناول نہ صرف حیات آمیز بلکہ حیات آموز بھی ہے۔

"راہیں شباب کی" اِسی شہرۂ آفاق ناول کی تلخیص ہے۔ اِس کے اختصار میں اِس بات کو ملحُوظ رکھا گیا ہے کہ داستان کا تمام حُسن برقرار رہے۔

کالکاجی ٹاؤن شپ
۲ مئی ۱۹۵۹ء

محمودؔ جالندھری

دے گریو

مجھے آپ کو اُس زمانہ تک پیچھے لے جانا ہوگا جب پہلی بار میری مُلاقات دے گریو سے ہُوئی تھی۔ یہ میرے اسپین جانے سے چھ مہینے پہلے کی بات ہے۔ اُن دنوں میں تنہا رہا کرتا تھا اور بہت کم غیر ممالک کی سیر و سیاحت کے لئے گھر سے باہر نکلا کرتا تھا لیکن کبھی کبھی جب میری بیٹی کا کوئی کام ہوتا تھا تو مجھے چھوٹی سی مسافت طے کرنا پڑتی تھی اور جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا میں اپنے سفر کو مُختصر بنانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ ایک بار مجھے اپنی بیٹی کے کہنے پر دویاں جانا پڑا جہاں مجھے اپنے نانا کی چھوڑی ہُوئی زمین کے سلسلے میں عدالت میں حاضر ہونا تھا۔ میں یہ زمین اپنی بیٹی کے سپرد کرنا چاہتا تھا۔ واپسی پر مَیں نے رات اپورپو میں بسر کی اور پھر چند میل کے فاصلہ پر واقع قصبہ پیسپی میں کھانے کے وقت پہنچ گیا۔ جب میں اُس چھوٹے سے قصبہ میں داخل ہوا تو میں نے لوگوں کو گھروں سے نکل کر ایک خستہ حال شراب خانہ کی طرف بھاگتے ہُوئے دیکھا، جس کے سامنے دو گاڑیاں کھڑی

تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ گاڑیاں ابھی ابھی آ کر وہاں رُکی ہیں۔ گھوڑے اُس وقت ہانپ رہے تھے اور اُن کے مُنہ سے دُھواں اُٹھ رہا تھا۔ میں اُس شور و غل کا سبب جاننے کے لئے رُک گیا۔ حیرت زدہ ہجوم سے کوئی بات معلوم نہ ہو سکی۔ عین اُسی وقت شراب خانہ کے دروازہ سے ایک فوجی نمودار ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں توڑے دار بندوق تھی۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے اپنے قریب بُلایا۔ میں نے اُس سے اُس شور و غُل کا سبب پُوچھا تو وہ بولا "کچھ بھی نہیں ہے حضور۔ ہم چند آوارہ عورتوں کو لے کر ہاورے جا رہے ہیں۔ اِن عورتوں کو امریکہ بھیجا جائے گا۔ اِن میں چند عورتیں قبول صورت ہیں۔ یہ کِسان انھیں دیکھنے کے لئے یہاں جمع ہو گئے ہیں!"

میں یہ بات سُن کر وہاں سے چل دیا ہوتا لیکن میں نے ایک بُوڑھی عورت کو اُس وقت چیختے ہوئے شراب خانہ سے نکلتے دیکھا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ مَل رہی تھی اور چِلّا رہی تھی۔ "کِتنا شرمناک منظر ہے۔ رُونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں!"

"کیوں کیا ہُوا؟" میں نے سوال کیا۔

"خود اندر جا کر دیکھ لیجئے حضور! میں سچ کہتی ہوں نہایت ہی دلدوز منظر ہے!"

اب تو میری حیرت میں اور بھی اضافہ ہوا۔ میں اپنے گھوڑے پر سے اُتر پڑا۔ میں نے اپنے گھوڑے کی لگامیں ایک شخص کو پکڑا دیں اور ہجوم میں سے راستہ بناتا ہوا آگے بڑھا۔ میری آنکھوں نے جو منظر دیکھا وہ واقعی اندوہناک تھا۔ بارہ عورتوں کو چھ چھ کی قطار میں زنجیر سے باندھ رکھا تھا۔ زنجیر اُن کی کمر سے لپٹی ہوئی تھی۔ اِن میں سے ایک عورت کا چہرہ ایسا تھا کہ وہ اُن سے بالکُل الگ دکھائی دیتی تھی۔ اگر کوئی اور موقع

ہوتا تو میں اُسے ایک مُعزز خاتون سمجھنے میں ذرا سا بھی تامل نہ کرتا۔ اُس کی حالت بہت ہی خستہ تھی۔ اُس کے کپڑوں سے بُو آرہی تھی۔ اِس کے باوجود اُس کے حُسن وجمال میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ میرے دِل میں اُس کے لئے ہمدردی اور احترام کا جذبہ پیدا ہوا۔ جہاں تک اُس کی زنجیر اجازت دیتی تھی وہ اپنا مُنہ موڑ لیتی تھی تاکہ اپنی صُورت کو تماشائیوں سے چُھپا سکے۔ مُنہ چُھپانے کی یہ کوشش اتنی فِطری تھی کہ وہ ایک باحیا عورت معلوم ہوتی تھی۔ اُن کے چھ محافِظ بھی کمرے میں موجود تھے۔ میں اُن میں سے ایک کو ذرا الگ لے گیا اور اُس سے اُس لڑکی کے متعلق پُوچھا۔ وہ مجھے اُس لڑکی کی زندگی کے مُتعلق کچھ زیادہ نہ بتا سکا۔ اُس نے صِرف اِتنا کہا ”ہم اِن عورتوں کو پولیس کے حکم سے ”ہوپی ٹل“ کی جیل سے لا رہے ہیں۔ یہ لڑکی اپنی نیک چلنی کی وجہ سے ہوپی ٹل میں نہیں رکھی گئی تھی۔ میں نے راستے میں اُس سے کئی سوالات کئے تھے لیکن اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے یہ حکم ہے کہ میں اُس کے ساتھ دُوسروں جیسا سلوک کروں لیکن پھر بھی میں اِس سے امتیازی سلوک کرتا ہوں۔ اِس لئے کہ مجھے وہ اُن عورتوں سے بلند و برتر معلوم ہوتی ہے۔“

اِس کے بعد اُس نے انکشاف کیا ——— وہ سامنے کونے میں ایک نوجوان بیٹھا ہے۔ وہ شاید آپ کو اُس لڑکی کی کہانی سُنا سکے۔ اِس نوجوان نے پیرس سے اُس عورت کا پیچھا کیا ہے۔ وہ راستے میں روتا بھی رہا ہے۔ شاید وہ نوجوان اُس عورت کا بھائی ہے یا عاشق۔!“

میں اُس کونے کی طرف بڑھا۔ وہاں میں نے ایک نوجوان کو بیٹھے ہُوئے دیکھا جو اپنے گِردوپیش سے بالکل بے خبر تھا۔ وہ غم کی تصویر بنا ہوا تھا۔ اُس نے نہایت

سادہ کپڑے پہن رکھے تھے لیکن ایک ہی نگاہ میں یہ راز کھل جاتا تھا کہ وہ ایک اعلیٰ گھرانے کا چشم و چراغ ہے۔ میں اُس کے پہلو میں بیٹھ گیا" معاف کیجئے میں آپ کو ایک زحمت دے رہا ہوں۔" میں نے اُس سے کہا۔ کیا آپ میری حیرت کو دُور کر سکتے ہیں؟ میں اس خوبصورت لڑکی کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں ـــــ!" اُس نے نہایت شائستگی سے جواب دیا اور کہا کہ اپنا اتا پتہ بتائے بغیر اس کے لئے اُس لڑکی کا حال بتانا دشوار ہے۔ اُس نے پھر اُن عورتوں کے پہریداروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ـــــ" وہ بدمعاش اچھی طرح جانتے ہیں کہ مجھے اُس لڑکی سے بے پناہ محبت ہے اور اُس نے مجھے اِس نوبت تک پہنچایا ہے۔ میں نے پیرس میں اُسے ظالموں کے پنجے سے نجات دلانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا لیکن درخواستیں، تگ و دو اور تشدد ـــ کچھ بھی تو کام نہ آیا ـــــ اس لئے میں نے یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ اگر دُنیا کے دُوسرے سِرے تک بھی جانا پڑا تو میں اُس کے ساتھ جاؤں گا ـــــ میں اُسی جہاز میں سوار ہوں گا جس جہاز میں یہ امریکہ جائے گی ـــــ یہ سنگدل پہریدار۔ مجھے اس کے نزدیک نہیں جانے دیتے۔ میں نے چند آدمیوں کو بھاری رقم دیکر اپنے ساتھ ملا لیا تھا کہ پیرس سے نکلتے ہی ہم اُن پر حملہ کر دیں گے لیکن عین موقع پر مجھے وہ چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ میرا روپیہ بھی لے گئے۔ جب مجھے اِس بات کا یقین ہو گیا کہ میں طاقت سے اُسے حاصل نہیں کر سکتا تو میں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ میں نے پہریداروں کی منت سماجت کی کہ وہ مجھے اِس کا تعاقب کرنے دیں۔ میں نے روپے کا لالچ دیا تو وہ مان گئے۔ جب کبھی مجھے اِس سے کوئی بات کرنی ہوتی تو مجھے ایک بھاری رقم ادا کرنی پڑتی۔ جلد ہی میرا بٹوہ خالی ہو گیا۔ اب میرے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ آپ یہ

پہریدار مجھے دھکے دے کر پیچھے ہٹا دیتے ہیں۔ ابھی میں نے اُن کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اُس کے نزدیک جانے کی حماقت کی تھی لیکن انھوں نے اپنی رائفلوں کے کندے سے مجھے یہاں دھکیل دیا۔ اب مجھے اپنا گھوڑا بیچنا پڑے گا تاکہ میں اُن پہریداروں کا مطالبہ پورا کر سکوں۔ باقی سفر پیدل ہی طے کروں گا!"

جس وقت اُس نوجوان نے اپنی کہانی کا آغاز کیا تھا اُس وقت وہ بہت پُرسکون تھا لیکن کہانی کے خاتمہ پر اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں نے اُسے اِمداد کی پیش کش کی۔ وہ سرد آہ بھر کے بولا "میں کیا کروں۔ مجھے شاید امریکہ بھی جانا پڑے۔ میں نے اپنے ایک دوست کو خط لکھ دیا ہے مجھے روپیہ ہار وے پہنچ کر ملے گا۔"

میں نے پہریداروں کی نظر بچا کر اُسے "چار لاؤ" (پونڈ کے برابر فرانسیسی سکّہ) دیدئیے کیونکہ مجھے یقین تھا اگر پہریداروں کو معلوم ہو گیا کہ اُس کے پاس اِتنی رقم ہے تو وہ بھاؤ چڑھا دیں گے۔ اِس کے بعد میں نے اُسی پہریدار کو اپنے پاس اشارہ سے بُلایا جب وہ قریب آ گیا تو میں نے اُس سے معاملہ طے کرنے کی کوشش کی۔ پہلے تو وہ شرمایا اور پھر بولا "آپ کو دو لاؤ دینے ہوں گے"۔ میں نے اُسے دو لاؤ دیتے ہوئے کہا "اگر تم نے راستہ میں کوئی شرارت کی تو یہ نوجوان جسے میں نے اپنا پتہ لکھوا دیا ہے مجھے مطلع کر دے گا اور میں تمھاری خوب خبر لوں گا۔" پہریدار نے مجھے ایمانداری سے کام لینے کا یقین دلایا۔

اِن سب باتوں پر میرے کُل چھ لاؤ خرچ ہوئے لیکن میں یہ دیکھ رہا تھا کہ وہ نوجوان میری اس سخاوت کا مستحق تھا۔ اُس نے بہت ہی خلوص سے میرا شکریہ ادا کیا۔ میں جان گیا کہ وہ ایک شریف گھرانے کا فرد ہے۔ اُس لڑکی سے بھی میں نے

چند باتیں کیں۔ وہ بہت ہی پیاری اور حیادار لڑکی تھی۔ میں عورت کی ناقابلِ فہم فطرت کے متعلق بہت سی قیاس آرائیاں کرتا رہا۔

میں نے اپنی کنارہ کشی کی زندگی پھر سے اختیار کرلی اور اس واقع کے متعلق مجھے کوئی بات معلوم نہ ہوسکی۔ دو سال گذر گئے۔ میں اِس واقع کو بالکل بھول گیا۔ آخر مجھے اس کہانی کو اوّل سے آخر تک جاننے کا ایک اور موقع ملا۔ میں لندن سے اپنے ایک شاگرد کے ہمراہ لوٹ رہا تھا کہ مجھے کیلیس میں قیام کرنا پڑا۔ ہم ایک ہوٹل " سنہرے شیر" میں اقامت گزیں ہوئے۔ ہمیں ایک دن اور ایک رات وہاں ٹھہرنا تھا۔ دوپہر کے وقت میں ایک سڑک پر جارہا تھا کہ مجھے یہ خیال گذرا میں اُس نوجوان کے سامنے کھڑا ہوں جسے میں نے دو سال ہوئے بمبئی میں دیکھا تھا۔ وہ پھٹے پُرانے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ اُس کا رنگ پہلے سے بہت زیادہ زرد پڑ چکا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ابھی ابھی اِس شہر میں پہنچا ہے۔ اُس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک بیگ تھا۔ میں نے اُسے فوراً پہچان لیا۔ اُس کی حسین صورت کو میں بھول نہیں سکا تھا۔ میں نے اپنے شاگرد سے کہا کہ ہمیں اِس نوجوان سے ضرور ملنا چاہیئے۔ جب اُس نوجوان نے مجھے پہچان لیا تو اُس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اُس پر بوسہ دیا۔ وہ بولا۔ " مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے آج پھر ایک اور موقع ملا ہے" میں نے جب اُس سے پوچھا کہ وہ کہاں سے آرہا ہے؟ تو اُس نے جواب دیا وہ ہاروے میں جہاز سے اُترا تھا اور امریکہ سے آرہا ہے۔ " تم مجھے بیمار معلوم ہوتے ہو۔ ہم ہوٹل "سنہرے شیر" میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہاں جاؤ اور میرا انتظار کرو۔ میں بھی جلد وہاں پہنچ جاؤں گا ــــــــــــ "

میں نے تیزی سے اپنا کام ختم کیا اور واپس اپنے ہوٹل پہنچ گیا۔ میں اُس نوجوان کی داستان سُننے کے لئے بہت بے قرار تھا۔ میں نے بہت ہی نرم دِلی سے اُس کے ساتھ سلوک کیا اور اُس کے آرام کی ہر چیز منگوا دی۔ اُس نے بھی ہمیں اصرار کی مُہلت نہ دی اور خود ہی اپنی کہانی کا آغاز کرتے ہوئے بولا ــــــ "جناب آپ نے میرے ساتھ اِتنا اچھا سلوک کیا کہ اگر میں آپ سے کوئی بات چُھپاؤں گا تو احسان فراموشی کا مُرتکِب ہوں گا۔ میں اپنی بدقسمتی، اپنی مُصیبت، اپنی حماقت اور اپنی فطری کمزوری کی داستان آپ کو ضرور سُناؤں گا۔ آپ میری کہانی سُن کر مجھے مُلزم تو ٹھہرائیں گے لیکن آپ مجھ سے ہمدردی کئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔"

متن

میری عمر سترہ برس کی تھی اور اُن دنوں میں ایمنز میں فلسفہ کا نصاب ختم ہی کرنے والا تھا۔ مجھے ایمنز میں میرے والدین نے بھیجا تھا۔ میرے والدین پیرس کے اعلیٰ گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ کالج میں میرا کردار کچھ اِتنا اچھا تھا کہ پروفیسر دُوسروں کے آگے مجھے مثال کے طور پر پیش کیا کرتے تھے۔ یہ بات نہیں تھی کہ میں نے اِس نیک نامی کے لئے کوشش کی تھی۔ میں طبعاً ہی ایک شریف اور محنتی طالب علم تھا۔ اس کے علاوہ میں ہر طرح کی بُرائی سے دُور بھاگتا تھا۔ ایمنز کے لوگ مجھے اچھی طرح جانتے تھے۔ میں ایک اعلیٰ گھرانے کا فرد اور خوبصورت تھا اس لئے وہ میری عزت بھی کرتے تھے۔ میں نے نیک طینتی اور شریف النفسی کا کچھ اِتنا اچھا ثبوت پیش کیا تھا کہ شہر کے بڑے پادری نے مجھے کلیسائی زندگی اختیار کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اُس کا

خیال تھا کہ میں کلیسا میں رہ کر فوجی زندگی کی بہ نسبت زیادہ ترقی کر دوں گا۔ میرے والدین کا یہی خیال تھا کہ میں فوجی زندگی اختیار کروں۔

چھٹیاں ہو چکی تھیں اور میں گھر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ میرے والد نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے ایک فوجی اکیڈمی میں بھجوا دے گا۔ ایمنز سے روانہ ہوتے ہوئے مجھے اس بات کا بہت رنج تھا کہ میں اپنے ایک بہت ہی پیارے دوست سے بھی جدا ہو رہا ہوں۔ وہ مجھ سے عمر میں چند برس بڑا تھا۔ ہم دونوں ایک ساتھ پروان چڑھے تھے۔ وہ غریب تھا اس لئے پادری بن کر ایمنز میں رہنے پر مجبور تھا۔ وہ اعلیٰ صفات کا مالک تھا۔ مجھ سے اس کی دوستی کچھ ایسی تھی کہ ماضی کے زمانہ میں دوستی کی جو مشہور روایات ملتی ہیں وہ اس کے سامنے ماند پڑ گئی تھیں۔ اگر میں نے اس کے مشورہ پر عمل کیا ہوتا تو آج میں خوش اور مسرور ہوتا۔ میری زندگی اتنی تباہ حال نہ ہوتی۔ میں پستی میں اتنا گہرا نہ اتر گیا ہوتا۔

میں نے ایمنز سے روانہ ہونے کی تاریخ مقرر کر دی تھی۔ آج میں یہ سوچتا ہوں، کاش میں مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے ایمنز سے چل پڑا ہوتا! میں اپنے والد کے گھر اپنا بے داغ کردار لئے ہوئے پہنچ گیا ہوتا۔ میں اپنے دوست طبریے کے ساتھ سڑک پر گھوم رہا تھا کہ ہم نے ایک پرانی طرز کی گاڑی آتی ہوئی دیکھی۔ ہم اس گاڑی کا یونہی تعاقب کرنے لگے۔ یہ گاڑی ایک شراب خانے کے آگے رکی جہاں مسافر سستانے کے لئے اکثر رک جاتے ہیں۔ اس گاڑی میں سے چند عورتیں نکلیں اور سیدھی شراب خانے میں داخل ہو گئیں۔ ایک نوجوان عورت شراب خانہ کے برآمدہ میں بیٹھ کر کسی کا انتظار کرنے لگی۔ ایک بوڑھا آدمی جو اس عورت کا نگران معلوم ہوتا تھا۔ گاڑی سے سامان اتروانے میں مصروف

تھا۔ میں اپنے شرمیلے پن کے لئے مشہور تھا۔ میں نے آج تک کسی عورت پر بھر پور نگاہ نہیں ڈالی تھی۔ لیکن وہ نوجوان عورت کچھ اتنی خوبصورت تھی کہ اُسے دیکھتے ہی میرے دِل میں جذبات کا سمندر متلاطم ہو گیا۔ میں اپنے شرمیلے پن کی وجہ سے اکثر گھبرا جایا کرتا تھا لیکن آج نہ جانے مجھے کیا ہُوا کہ میں اُس عورت کی طرف بڑھا۔ وہ عورت مجھے کچھ اس طرح معلوم ہُوئی جیسے میں ایک مدّت سے اُس کی تلاش میں تھا۔ جیسے وہ میرے دِل کی ملکہ ہو!

وہ عمر میں مجھ سے چھوٹی تھی۔ لیکن وہ میری قربت سے قطعًا نہ گھبرائی۔ جس انداز سے میں نے اُسے مخاطب کیا تھا اُس پر وہ قطعًا پریشان نہ ہُوئی۔ میں نے اُس سے پُوچھا کہ وہ ایمنز میں کس غرض سے آئی تھی؟ کیا ایمنز میں اُس کی جان پہچان کے لوگ رہتے ہیں؟ اُس نے بہت سادگی سے جواب دیا کہ اُس کے والدین نے اُسے یہاں لاہبہ بننے کی غرض سے بھیجا ہے۔ میں پہلی ہی نظر میں مسحور ہو گیا تھا۔ اُس کا یہ جواب سُن کر مجھے اپنی اُمیدیں خاک میں ملتی ہُوئی نظر آئیں۔ میں جس لہجہ میں اُس سے بات کر رہا تھا اُس سے وہ لڑکی فوراً یہ جان گئی کہ میرے دِل کی کیا کیفیت ہے۔ وہ مجھ سے زیادہ تجربہ کار تھی۔ مجھے اِس بات کا پتہ چل گیا کہ اُسے اُس کی مرضی کے خلاف کلیسائی خانقاہ میں بھیجا جا رہا ہے۔ آج میں سوچتا ہوں کہ اُس کے والدین نے اُس کے چُلبلے پن سے تنگ آ کر اُسے خانقاہ میں بھیجنے کا فیصلہ کیا ہوگا۔

مجھے جنون کی حد تک اُس سے عشق ہو گیا تھا۔ میں نے زبان و بیان کی تمام لطافتیں یہ ثابت کرنے کے لئے ختم کر دیں کہ اُس کے والدین نے ایک سنگدلانہ فیصلہ کیا ہے۔ وہ چند لمحوں تک خاموش رہی اور پھر بولی ـــــ "میں جانتی ہوں کہ

میری زندگی ہمیشہ آندوہگیں رہے گی" اُس کی افسردگی، اُس کی آنکھوں کی سحر کاری اور اُس کے خدوخال کی دلآویزی مجھے تباہی کے غار کی طرف لے جانے پر تُل گئی تھی۔ میں نے اُس سے کہا۔ "تم اگر مجھ پر اعتبار کرو تو میں تمہیں والدین کے ظالمانہ فیصلے سے بچا سکتا ہوں۔ تمہیں مسرت سے ہمکنار کر سکتا ہوں!" محبت نے مجھے جادو بیانی عطا کر دی تھی۔ محبت واقعی کرشمہ ساز ہوتی ہے۔ میں نے دلائل کے انبار لگا دیئے۔

وہ لڑکی شاید جانتی تھی کہ میری عمر کے مرد دھوکہ نہیں دیا کرتے۔ اُس نے کہا اگر میں اُسے اِس عذاب سے نجات دِلا دوں گا تو وہ زندگی بھر کے لئے میری ممنون رہے گی۔ میں نے بار بار اُسے یہ یقین دِلایا کہ میں اُس کے لئے ہر قربانی دوں گا۔ عین اُس وقت اُس لڑکی کا نگران بوڑھا قریب آگیا۔ مجھے ایک بار پھر اپنی تمام اُمیدیں خاک میں ملتی ہوئی نظر آئیں، لیکن اُس لڑکی کے ہوش و حواس قائم تھے۔ اُس نے فوراً ایک بہانہ تراش لیا۔ اُس نے بوڑھے سے کہا کہ میں اُس کا چچیرا بھائی ہوں۔ اور پھر اُس نے بہت اطمینان کے ساتھ بوڑھے کو حکم دیا ——— "خانقاہ میں آج نہیں کل چلیں گے ——— چچیرے بھائی نے مجھے کھانے کی دعوت دی ہے اور میں انکار نہیں کر سکتی ———" میں بھی موقع کی نزاکت کو بھانپ چکا تھا۔ میں نے بوڑھے کو یقین دلانے کی غرض سے کہا ——— "آج اسی شراب خانہ میں قیام کیجئے۔ اُس شراب خانہ کا مالک میرے والد کا سائیس رہ چکا ہے اور مجھے اچھی طرح جانتا ہے۔"

یہ کہکر میں اُس لڑکی کو شراب خانہ کی طرف لے گیا۔ یہ شراب خانہ ایک سرائے بھی تھا۔ نگراں بوڑھا بڑبڑاتا ہوا ہمارے پیچھے ہو لیا۔ میرا دوست طرجے بھی ہمارے پیچھے آرہا تھا۔ وہ بہت حیران تھا۔ اُس نے ہماری گفتگو نہیں سُنی تھی۔ میں نے رُک

اُسے ایک کام کی غرض سے کہیں بھیج دیا۔ سرائے میں اب میں اپنی محبوبہ کے ساتھ تنہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں مجھے پتہ چل گیا کہ میرا دل ویران نہیں تھا۔ میرے دل میں بھی ارمانوں کی ایک دُنیا دھڑک رہی تھی۔ چند لمحوں تک ہم دونوں خاموش رہے۔ منین (یہ اُس لڑکی کا نام تھا) اِس بات سے اچھی طرح آگاہ تھی کہ اُس کا حُسن و جمال مجھ پر اپنا جادو کر چکا ہے۔ وہ خود بھی مجھ سے متاثر نظر آرہی تھی۔ اُس نے اِس بات کا اعتراف کیا کہ میں اُس کی آزادی کا موجب بنا ہوں۔ پھر اُس نے مجھ سے میرا حسب و نسب دریافت کیا۔ جب میں نے اُسے بتایا کہ میں کس گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں تو وہ اور بھی خوش ہوئی۔ وہ خود ایک غریب گھرانے کی تھی۔ ہم دونوں نے مل کر اِس بات پر سوچ بچار کیا کہ نجات کا راستہ کیوں کر تلاش کیا جائے ——؟ ہم دونوں نے اپنے اپنے ذرائع کا جائزہ لیا۔ آخر کار یہی فیصلہ ہوا کہ فرار کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ سب سے پہلے بوڑھے نگران سے دامن چھڑانا ہوگا —— میں نے مشورہ دیا کہ میں کرائے کی ایک گاڑی لے کر منہ اندھیرے اِس سرائے میں پہنچ جاؤں گا۔ منین منتظر رہے گی۔ اُس گاڑی میں ہم پیرس چلے جائیں گے اور پیرس پہنچ کر شادی کر لیں گے۔

میرے پاس پچاس لاؤ تھے اور منین کے پاس اِس سے دُگنی رقم تھی۔ ہم اپنی معصومیت کی وجہ سے یہ سمجھ رہے تھے کہ اِتنی رقم زندگی بھر ختم نہ ہو گی۔ ہمیں اِس بات کا پورا یقین تھا کہ ہر بات اطمینان بخش طریقہ سے انجام پائے گی۔

فرار

ہم دونوں نے ساتھ ہی کھانا کھایا جس میں بہت لُطف آیا۔ کھانا کھانے کے بعد میں اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے وہاں سے چلا آیا۔ انتظامات میں کچھ دِقّت پیش نہ آئی۔ سامان پہلے ہی سے بندھا ہُوا رکھا تھا۔ میں نے ایک کرائے کی گاڑی کا بھی انتظام کر لیا۔ گاڑی صُبح پانچ بجے پہنچ جائے گی۔ شہر کے دروازے اُس وقت کھُلتے تھے۔ غیر متوقّع طور پر طبرجے کی آمد سے میرا منصوبہ قریب قریب خاک میں مِل گیا۔

وہ مجھ سے عمر میں صِرف تین برس ہی بڑا تھا لیکن وہ مجھ سے زیادہ پُختہ کار تھا۔ وہ مجھ سے ایک بھائی کی طرح محبّت کرتا تھا۔ میری رازداری نے منین کی خوب صُورتی نے اور میں نے جس بہانے سے اُسے سرائے سے رُخصت کر دیا تھا اِن سب

باتوں نے مل کر اس کے دل میں شکوک پیدا کر دیئے تھے کہ میں اُس لڑکی کے عشق میں گرفتار کر چکا ہوں۔ وہ سرائے سے تو چلا آیا تھا لیکن اپنے گھر نہیں گیا تھا۔ وہ سیدھا میرے مکان پر آ گیا تھا اور میری واپسی کا منتظر تھا۔ میں اُسے وہاں دیکھ کر گھبرا گیا ——— اُس نے بھی ہیر پھیر سے کام نہ لیا اور مجھ سے براہِ راست سوال کیا ——— "بولو تم مجھ سے کیا چھپا رہے ہو؟"

میں نے سراسیمہ ہو کر تنک مزاجی سے جواب دیا کہ میں اُسے ہر ایک بات نہیں بتا سکتا۔ وہ بولا۔" تم نے مجھ سے ہمیشہ دوستوں کا سا سلوک کیا ہے۔ اس لئے مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں تم سے راز کی بات بھی دریافت کر سکوں ———" آخر کار مجھے اُسے اپنا رازدار بنانا پڑا۔ اُس نے میری بات سن کر پسندیدگی کا اظہار نہ کیا اور میں کانپ اُٹھا۔ اُس نے کہا" میرے دوست! جلد بازی سے کام نہ لو۔ میں تمہیں ہرگز ایسا نہ کرنے دوں گا! اگر تم اپنے ارادے سے باز نہیں آؤ گے تو میں تمھیں روکنے کے لئے ایک بڑے آدمی کی مدد حاصل کر دوں گا۔ !" اس کے بعد وہ پون گھنٹے تک مجھے لیکچر دیتا رہا۔ میں نے ابھی تک اُسے یہ نہیں بتایا تھا کہ ہم کل صبح ہی فرار ہو رہے ہیں۔ اس لئے میں نے اپنے دوست کو بھی دھوکہ دینے کی غرض سے کہا ——— " طرح ! میں تسلیم کرتا ہوں کہ مجھے اُس لڑکی سے محبت ہو گئی ہے ۔۔ رہا فرار کا سوال تو اُس میں واقعی جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ تم کل صبح نو بجے میرے پاس آنا۔ ہم دونوں فرار کے متعلق سوچیں گے ——— !" اس کے بعد میں نے اُس کی منت سماجت کی اور وہ چلا گیا۔

رات بھر میں تیاریوں میں مصروف رہا اور پو پھٹتے ہی سرائے کے قریب پہنچ گیا۔ منین میری منتظر تھی۔ وہ کھڑکی میں بیٹھی ہوئی سڑک کی طرف دیکھ رہی تھی۔

جُونہی اُس کی نظر مجھ پر پڑی وہ دبے پاؤں میرے پاس آگئی۔ میں نے اُس کی گٹھڑی اُٹھالی جس میں شاید اُس کے کپڑے تھے۔ دُور گاڑی تیار کھڑی تھی اور جلد ہی ہم ہوا سے باتیں کرتے ہوئے شہر سے بہت دُور نکل آئے تھے۔ ہم رات ہونے سے پہلے سینٹ ڈینس پہنچ گئے۔

پیرس اب بہت نزدیک تھا۔ ایمنز سے روانہ ہونے کے بعد ہم نے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔ منین یہ جانتے ہوئے کہ میں اُس کی محبت میں بُری طرح گرفتار ہوں۔ خود بھی اپنی محبت کے اظہار کے لئے مواقع ڈھونڈتی رہتی تھی۔ گاڑی سے اُترتے ہی وہ مجھ سے لپٹ گئی اور سرائے کے لوگ انگشت بدنداں رہ گئے۔ لوگ ہماری عمر کے ایک عاشق جوڑے کو دیکھکر حیران ہو رہے تھے۔ سینٹ ڈینس پہنچ کر ہم شادی کا خیال بھی بھول گئے۔ ہم نے کلیسا کو دھوکا دیا۔ کلیسا کا خیال تک نہ آیا اور ہم دونوں میاں بیوی بن گئے۔

اگر منین وفادار رہتی تو میں زندگی بھر اُس کے ساتھ خوش رہتا۔ جب میں اُسے اچھی طرح جان گیا تو اُس کا حُسن و جمال میری نگاہوں میں اور بھی بڑھ گیا۔ میں محبت کی زنجیر میں لپٹتا جا رہا تھا۔

ہم نے پیرس میں ایک آراستہ و پیراستہ مکان کرائے پر لیا۔ بدقسمتی سے یہ مکان ایک انکم ٹیکس آفیسر مسٹر ایم کے مکان کے قریب تھا۔ تین ہفتے گذر گئے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی میرے دل میں اپنے گھر کا خیال نہ آیا۔ میں نے کبھی یہ نہ سوچا کہ میری گمشدگی سے میرے والد کتنے غم زدہ ہوں گے۔ میں نہایت ہی پُرسکون اور پُرمسرت زندگی بسر کر رہا تھا۔

چند روز کے بعد میں نے سوچا۔ مجھے اپنے گھر والوں سے سمجھوتہ کر لینا چاہیئے۔ منین اپنی خوب صورت ہے کہ میرے والد قطعاً ناراض نہ ہوں گے۔ اور پھر جب میں منین کی صفات کا ذکر کروں گا تو اُنہیں ہمارے مِلاپ پر کوئی اعتراض نہ ہو گا اور وہ بخوشی شادی کی اِجازت دیدیں گے۔ میں نے اِس بات کا منین سے ذکر کیا تو اُس نے سرد مہری کا اِظہار کیا۔ اُس نے اپنے اندیشے سے مجھے آگاہ کیا۔۔۔۔ "ہو سکتا ہے تمہارے والد کو ہمارا یہ ملاپ پسند نہ آئے۔ پھر میں کیا کروں گی؟ میں تو کہیں کی نہ رہوں گی!

تمھیں بھی اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھوں گی ۔۔۔۔"

میں منین کی محبت کا اور بھی قائل ہو گیا۔

ہمارے پاس اب صرف چند ہفتوں کا خرچ رہ گیا تھا منین نے مجھے یقین دِلایا تھا کہ اگر رُوپیہ ختم ہو گیا تو وہ اپنے ایک رِشتہ دار کو خط لکھے گی اور مزید رُوپیہ آجائے گا۔ اُس نے میرے والد کے گھر جانے سے صاف اِنکار کر دیا۔ میں مجبُور تھا۔ میں تو اُس کے لئے زِندہ تھا۔ میں خاموش رہا۔

کچھ دِنوں کے بعد میں نے دیکھا کہ ہم ایک نہایت اچھی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اُس نے بہت سے بیش قیمت کپڑے سِلوائے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ اَب ہمارے پاس صِرف پندرہ لاؤ ہیں۔ میں نے اس افلاس کے باوجُود گھر کی حالت بہتر ہوتی ہُوئی دیکھی تو اپنی حیرت کا اُس سے اظہار کیا۔ وہ ہنسی اور بولی۔۔۔۔ "کیوں فکر کرتے ہو۔۔۔۔ کیا میں نے تُم سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں رُوپیہ کہیں نہ کہیں سے حاصِل کر لُوں گی۔۔۔۔

مجھے اُس سے کچھ اِتنی محبّت تھی کہ میں نے اُس پر کوئی شک نہ کیا۔ ایک دوپہر

کو میں نے گھر سے باہر جاتے ہوئے اُس سے کہا کہ میں ذرا دیر سے لوٹوں گا۔ جب میں واپس آیا تو مجھے حیرت ہوئی کہ دروازہ کھولنے میں غیر معمولی دیر سے کیوں کام لیا جا رہا ہے۔ ہم نے گھر میں اپنی عمر کی ایک لڑکی کو ملازم رکھ لیا تھا۔ ملازمہ سے جب میں نے اِتنی دیر سے دروازہ کھولنے کا سبب پوچھا تو اُس نے یہ بہانہ تراشا کہ اُس نے دستک سُنی ہی نہیں تھی۔ جب میں نے اُسے آڑے ہاتھوں لیا کہ اگر اُس نے دستک سُنی ہی نہیں تھی تو اب اُس نے کیسے دروازہ کھول دیا تو وہ گھبرا گئی اور رونے لگی۔ ملازمہ نے کہا۔۔۔۔ "سرکار اِس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ مادام نے مجھے حکم دیا تھا کہ جب تک اِنکم ٹیکس آفیسر مسٹر ایم سیڑھیاں نہ اُتر جائیں تب تک میں دروازہ نہ کھولوں"۔

یہ سُنتے ہی میرے پاؤں لڑکھڑا گئے۔ میں گھر کے اندر قدم نہ رکھ سکا۔ میں اُلٹے پاؤں لوٹ آیا۔ میں نے ملازمہ کو ہدایت کر دی کہ وہ اِس بات کو اپنے دِل ہی میں رکھے اور مادام سے کہہ دے کہ میں ایک گھنٹہ کے بعد آؤں گا۔

جس وقت میں سیڑھیاں اُتر رہا تھا میرے رُخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیوں رو رہا ہوں۔ میں ایک ریستوران میں داخل ہوا اور اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے چھپا کر بیٹھ گیا۔ صاف ظاہر تھا کہ منین نے مجھ سے بیوفائی کی ہے۔ میں اُس کی پرستش کرتا تھا۔ اُس نے بھی میری محبت کا جواب گرمجوشی سے دیا تھا میں اُس پر بیوفائی کا الزام کیوں کر لگا سکتا تھا۔ ابھی تین گھنٹہ پہلے اُس نے مجھ پر بے پناہ پیار کی کلیاں نچھاور کی تھیں۔۔۔۔ "نہیں۔ نہیں۔ وہ بیوفا نہیں!"

میں اپنے دل کو سمجھا رہا تھا۔ پھر بھی مجھے اپنے گھر میں مسٹر ایم کی موجودگی کا مطلب سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ پھر مجھے منین کے بیش بہا ملبوسات یاد آئے۔ میں یہ مُعمہ

سمجھنے سے قاصر تھا منین ہر دم میرے ساتھ رہتی تھی، بہت کوشش کے بعد میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ مسٹر ایم کے تاجروں سے تعلقات ہیں۔ منین کے رشتہ دار نے مسٹر ایم کو لکھا ہوگا کہ وہ منین کی مدد کرے۔ مسٹر ایم اس کے رشتہ دار کی طرف سے بھیجا ہوا روپیہ دینے آئے ہوں گے۔ منین نے مجھے اچانک حیرت میں ڈالنے کے لئے یہ باتیں مجھ سے چھپائی ہوں گی ـــــ میں اگر حماقت سے کام لیتا اور اپنے ہوش و حواس کو بجا رکھتے ہوئے گھر میں داخل ہوتا تو منین نے خود ہی یہ سارا قصہ مجھے سنا دیا ہوتا۔۔

یہ سوچ کر میرے غم و اندوہ میں کچھ کمی ہوئی۔ میں سیدھا گھر پہنچا۔ میں نے منین کو اپنی آغوش میں لے لیا جیسے کچھ بھی تو نہیں ہوا تھا۔ اُس نے بھی حسبِ معمول خندہ پیشانی سے میرا خیر مقدم کیا۔ ایک بار تو میرے جی آئی کہ میں اُس سے وہ بات کہہ دوں جو میرے دل میں کھٹک رہی تھی۔ لیکن اُس اُمید نے میری زبان پکڑ لی کہ منین خود ہی پہل کرے گی اور مجھے حقیقتِ حال سے آگاہ کر دے گی۔

رات کا کھانا میز پر لگا دیا گیا۔ ہمارے درمیان میز پر ایک موم بتی جل رہی تھی۔ میں خوش تھا موم بتی کی روشنی نے منین کا چہرہ اور بھی تابندہ کر دیا تھا۔ میں نے دیکھا اُس کی آنکھوں میں اضطراب کے آثار تھے۔ اُس احساس سے میرے دل کا اضطراب بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ ہم دونوں نے ابھی کھانے کی کسی چیز کو چھوڑا تک نہیں تھا۔ کمرے میں ایک جان لیوا خاموشی چھائی تھی۔ یک بیک منین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ـــــ

"منین میری جان! تم رو رہی ہو ـــــ؟" میرے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ "کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گی کہ تمہیں کیا دکھ ہے ـــــ؟"

وہ صرف سسکیاں بھر کے رہ گئی۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھا۔ میں نے اُسے اپنے سینے سے لپٹا لیا۔ اور عاجزی کے ساتھ اُس سے اُس کے آنسوؤں کا سبب پُوچھا۔ اچانک مجھے سیڑھیوں پر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ کسی نے دروازے پر بہت آہستگی سے دستک دی۔ میبن نے میری باہوں سے آزاد ہو کر میرے ہاتھ پر بوسے دیئے اور دُوسرے کمرے میں چلی گئی اور اُس نے دروازہ بند کر لیا۔ جونہی میں نے دروازہ کھولا تین آدمی مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ میں نے اُنہیں پہچان لیا۔ یہ میرے والد کے آدمی تھے۔ دو آدمیوں نے مجھے بازوؤں سے تھام لیا اور تیسرے نے میری جامہ تلاشی لی اور چاقو میری جیب سے نکال لیا۔ انھوں نے اِس دھینگا مُشتی کے لئے مجھ سے معافی مانگتے ہوئے کہا —— "ہم آپ کے والد کے حکم پر عمل کر رہے ہیں اور آپ کا بڑا بھائی نیچے آپ کا منتظر ہے —— !" میں اِس اچانک حملہ سے کچھ اتنا بوکھلا گیا تھا کہ ذرا سی بھی مزاحمت نہ کر سکا۔

نیچے لے جا کر مجھے گاڑی میں پھینک دیا گیا اور گاڑی ہوا سے باتیں کرتی ہوئی سینٹ ڈینس کی طرف چل پڑی۔

کِسی نے مجھ سے دغا کی تھی۔ کیا طرجے نے مجھے دھوکا دیا تھا؟ "بدمعاش!" میرے مُنہ سے نکلا —— "میں تمہیں اپنا دوست سمجھتا تھا!" پھر مجھے یاد آیا کہ غریب طرجے کو تو میرا پتہ ہی معلوم نہ تھا۔ پھر مجھے میبن کا خیال آیا۔ یہ ٹھیک تھا کہ اِس کے آنسوؤں اور اُس کے بوسوں کا معمہ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا پھر بھی میں اُسے معصوم سمجھ رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ گھر جا کر میں صبر و تحمل سے کام لُوں گا۔ اپنی غلطی کا اعتراف کر لُوں گا۔ مجھے زیادہ کڑی سزا نہیں ملے گی اور موقع ملتے ہی میں میبن کے پاس لوٹ آؤں گا۔

ہم جلد ہی سینٹ ڈینس پہنچ گئے۔ مجھے خاموش دیکھ کر میرے بھائی نے سمجھایا

بہت خوف زدہ ہوں اس لئے اُس نے مجھے تسلی دی کہ والد کے غم و غصہ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ سینٹ ڈینیس میں مجھ پر کڑی نگرانی رکھی گئی۔ میں جس کمرے میں سویا اُس میں میرے والد کے ملازم تین آدمیوں کو بھی سُلا دیا گیا۔ یہ وہی سرائے تھی جس میں ایمنز سے آتے ہُوئے میں نینن کے ساتھ ٹھہرا تھا۔ سرائے کے مُلازموں نے مجھے پہچان لیا اور وہ فوراً جان گئے کہ قصہ کیا تھا۔ وہ آپس میں سرگوشیاں کر رہتے تھے۔ کیا یہ وہی نوجوان نہیں جو چھوٹی سی ایک لڑکی کے ساتھ یہاں آیا تھا؟ وہ لڑکی کتنی خوب صورت ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ دونوں کو اتنی جلدی جُدا کر دیا گیا۔" میں نے سُنی اَن سُنی کر دی۔ اور حتیّ الامکان اُن کی نگاہوں سے دُور رہی رہا۔

سینٹ ڈینیس میں ہم ایک دُوسری گاڑی میں سوار ہوئے اور اگلے روز شام کو گھر پہنچ گئے۔

والد کے گھر میں

میرے والد نے مجھے صرف اِس بات پر سخت و سُست کہا کہ میں اِطلاع دیئے بغیر گھر سے کیوں غیر حاضر رہا۔ میری محبوبہ کے متعلق اُنھوں نے کوئی خاص رائے کا اِظہار نہ کیا۔ وہ اُسے بالکل نظر انداز کر گئے۔ صرف اِتنا کہا کہ میں ایک گمنام عورت کے پنجے میں پھنس گیا تھا۔ یہ واقعہ میری آنکھیں کھول دے گا اور آج سے میں زیادہ دانشمندی کا ثبوت دوں گا۔

میں جی ہی جی میں بہت خوش تھا کہ معاملہ بہت زیادہ آگے نہیں بڑھنے پایا تھا مجھے فرار کا موقع بہت جلد میسر آ جائے گا۔ رات کو کھانے کی میز پر طنز کے نشتروں کی بارش ہوئی کہ میں نے ایمنز میں بڑا نام پیدا کیا اور اپنی ایک وفادار محبوبہ کے ساتھ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ میں ان سب باتوں کو پی گیا۔ دفعتاً کھانے کی میز پر مسٹر ایم کا نام

لیا گیا۔ میرے کان کھڑے ہو گئے۔ میرے والد کہہ رہے تھے کہ مسٹر ایم نے بھاری خدمت انجام دی ہے ۔۔۔ میں نے جب تفصیلات پوچھنے کی ہمّت کی تو میرے والد میرے بڑے بھائی سے مخاطب ہوئے ۔

"کیا تم نے اسے راستے میں کچھ نہیں بتایا ؟"

میرے بھائی نے جواب دیا ۔۔۔ "میں نے کوشش کی تھی لیکن اسے خاموش اور غم زدہ دیکھ کر ہمت نہ پڑی ۔۔۔۔"

جب میں نے تفصیلات جاننے کے لئے ضد کی تو میرے والد نے سارا قصّہ کچھ اس انداز سے بیان کیا کہ میرے تن بدن میں آگ لگ گئی ۔ قصّہ ختم کرنے کے بعد میرے والد نے پوچھا ۔۔۔ "کیا اب بھی تم یہ یقین کرو گے کہ وہ عورت تم سے محبّت کرتی ہے ؟" میں نے جوش میں آ کر کہا ۔۔۔ "اس عورت نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے میرا یقین متزلزل ہو جائے ۔۔۔" اس پر چاروں طرف سے ایک زوردار قہقہہ بلند ہوا۔ میرے والد ہنستے ہوئے بولے ۔۔۔ "تم بہت بڑے احمق ہو۔ تم واقعی فوجی زندگی کے قابل ہو۔ تم ایک بے وفا بیوی کے نہایت وفادار شوہر بن سکتے ہو ۔۔۔!" میرے والد پھر طنز کے نشتر چلانے لگے ۔ میرے والد کے بیان کے مطابق مینن نے مجھ سے صرف بارہ دن تک وفاداری سے محبّت کی تھی ۔ مجھے خاموش دیکھ کر میرے والد بولے "مسٹر ایم نے تمہاری محبوبہ کے دل پر فتح پا لی ہے ۔ مجھے افسوس ہے کہ اس نے تمہیں راستے سے ہٹانے کے لئے مجھے خط لکھ دیا ۔ نہ جانے اسے کہاں سے پتہ مل گیا کہ میں تمہارا والد ہوں ۔ اس نے تمہیں وہاں سے برآمد کرنے کے لئے مدد دینے کا وعدہ بھی کیا۔ میرے بیٹے ! مجھے اس بات کا رنج ہے کہ تم اپنی فتوحات کی حفاظت بھی نہیں

کر سکتے۔ تم نے ایک چیز حاصل کی اور اُسے کھو بیٹھے!"

یہ نشتر زنی مجھ سے برداشت نہ ہو سکی۔ ہر لفظ میرے دل میں تیر کی طرح چبھ رہا تھا۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ ابھی میں چند ہی قدم گیا ہوں گا کہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ میں بیہوش ہو گیا۔ مجھے جلد ہی ہوش آ گیا۔ ہوش میں آتے ہی میں ڈھاڑیں مار کر رونے لگا۔ اب میرے والد مجھے تشفی دینے لگے۔ میں اُن کی باتیں سُن نہیں رہا تھا اور کہہ رہا تھا "مجھے پیرس جانے دو۔ مسٹر ایم نے میری محبوبہ کو بیوفائی پر مجبور کیا ہے۔ وہ اُس کے دل پر فتح نہیں پا سکا۔ مینن کو مجھ سے محبت ہے۔ مسٹر ایم نے اُسے ڈرایا اور دھمکایا ہو گا!"

میرے والد نے میری دلی کیفیت کو سمجھتے ہوئے یقین کر لیا کہ کوئی مجھے پیرس واپس جانے سے نہ روک سکے گا۔ اِس لئے اُنھوں نے گھر کی دوسری منزل پر میرے لئے ایک کمرہ خالی کروا دیا اور دو آدمیوں کو وہاں پہریدار بنا کر بٹھا دیا۔

میں بہت جھلّا رہا تھا۔ اگر اُس وقت مجھے پیرس میں پندرہ منٹ گزارنے کی اجازت دیدی جاتی تو میں اُس کے بدلے میں ساری عمر قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ میں نے اپنے پاؤں پر آپ ہی کلہاڑی ماری تھی۔

میں اپنے جذبات کو چھپا نہیں سکا تھا۔

میں نے پہریداروں نوکروں کو لالچ دیا۔ دھمکیاں دیں لیکن بے سود ہر وقت مینن میری نگاہوں کے سامنے رہتی۔

جب میرے والد کو مینن کے ساتھ میرے بے پناہ لگاؤ کا علم ہوا تو اُنھوں نے اپنے رویّہ میں تبدیلی کر لی۔ وہ میری نوعمری کو مدِنظر رکھتے ہوئے یہ سوچنے لگے کہ میرے

لئے مینن خاص کشش نہیں رکھتی۔ مجھے تو صرف ایک عورت چاہیئے۔ اس لئے ایک دن وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے ــــ " ہم تمہیں ایک نہایت اچھی عورت ڈھونڈ دیں گے۔ اگر تم چاہو گے تو مینن جیسی شکل وصورت والی عورت تلاش کر دی جائے گی ــــ " میں اپنے والد کے قدموں پر گر پڑا اور بولا ــــ " ابا جان ــــ اگر آپ واقعی میری مدد کرنا چاہتے ہیں تو مجھے میری مینن واپس دِلا دیجئے ــــ ابا جان ! مجھ پر اعتبار کر و مینن نے مجھے دھوکہ نہیں دیا۔ مسٹر ایم نے ہم سب کو دھوکہ دیا ہے۔ کاش ! آپ مینن کو جانتے ہوتے۔ آپ بھی اُس سے پیار کئے بغیر نہ رہ سکتے۔! "

" تم ابھی تک ایک ننھے سے بچے ہو " میرے والد نے کہا۔ تم نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ اُس نے خود تمہیں ہمارے حوالے کر دیا۔ اُسے بھول جاؤ ــــ میری نرم دلی سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔ میں سخت گیر بھی ہو سکتا ہوں ــــ! "

میں برہمی کے عالم میں چیخا ــــ " میں پیرس جاؤں گا ! ایم کے گھر کو آگ لگا دوں گا ! مینن اور ایم دونوں کو زندہ جلا دوں گا !! "

میرے اس اشتعال پر والد نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور پہلے سے بھی زیادہ میری کڑی نگرانی ہونے لگی۔

مجھے اِس طرح چھ مہینے تک قید رکھا گیا۔ پہلے مہینے تو مجھ میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ اس کے بعد میں نفرت و محبت اور اُمید و نا اُمیدی کے عالم سے دوچار رہا۔

میرے دل میں مینن کے لئے تڑپ موجود رہی۔ آخر کار نفرت غالب آئی۔ میں مینن کو بے وفا سمجھنے لگا۔ انتقام کی آگ میرے دل میں بھڑک اُٹھی۔ میں اُسے سزا دینے کے منصوبے باندھتا رہا۔ اُنہی دِنوں میں نے مشہور ادیبوں کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔

ایک دن میرا دوست طبرجے مجھ سے ملنے کے لئے آیا۔ اُس نے نہایت ہی گرمجوشی کے ساتھ مجھ سے مُصافحہ کیا۔ وہ اِن چھ مہینوں میں بہت بدل گیا تھا۔ اُس کے لب و لہجہ میں ایک ایسی پختگی آ گئی تھی کہ خواہ مخواہ اُس کی عزت کرنے کو جی چاہتا تھا۔ وہ مجھے پھر نیک مشورے دینے لگا کہ میں اپنے لڑکپن کی اِس حماقت سے سبق سیکھوں اور نئے سِرے سے زندگی کا آغاز کروں۔ اُس نے مزید کہا "میرے دوست! میرے لئے تمہاری دوستی ہی سب کچھ ہے۔ جب تم مجھے دھوکہ دے کر ایمینز سے چلے آئے تو مجھے ایک لمحہ کے لئے مسرت نصیب نہ ہوئی۔ میں نے گھوڑے پر سوار ہو کر تمہارا تعاقب کیا لیکن تم مجھ سے پانچ گھنٹے پہلے ایمنز چھوڑ چکے تھے۔ میں نے ہمت نہ ہاری اور سینٹ ڈینس پہنچا۔ وہاں پہنچکر بھی مجھے مایوسی ہوئی۔ تم ایک گھنٹہ پہلے سینٹ ڈینس سے بھی نکل چکے تھے۔ مجھے اِس بات کا پختہ یقین تھا کہ تم پیرس جاؤ گے۔ میں پیرس پہنچا۔ دو ہفتوں تک تمہیں ڈھونڈتا رہا۔ ایک دن مینن مجھے تھیٹر میں مل گئی۔ اُس نے نہایت بھڑکیلا لباس پہن رکھا تھا۔ میں نے اُس کا پیچھا کیا۔ مُلازمہ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مینن اب مسٹر ایم کی داشتہ بن چکی ہے۔ دوسرے دن میں مینن سے ملنے گیا تاکہ تمہارا پتہ پوچھ سکوں تو اُس نے مُنہ پھیر لیا اور مجھ سے بات تک کرنے سے اِنکار کر دیا۔ ڈہیں مجھے پتہ چلا کہ تم پر کیا حادثہ گذرا تھا۔"

"اچھا تو تم مینن سے مِل چکے ہو!" میں نے جواب دیا۔ "تم مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہو۔ میں شاید اُسے اب پھر کبھی نہ دیکھ سکوں۔"

میں نے ایک سرد آہ بھری۔

مجھے سرد آہ بھرتے دیکھ کر میرے دوست کو بہت مایوسی ہوئی۔ اُسے یقین

ہو گیا کہ میں آج بھی مینن سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔ اُس نے گفتگو کا موضوع بدل دیا۔ اُس وقت میرے دِل میں یہی آیا کہ میں دُنیا کے عیش و عشرت ٹھکرا کر اُس کی طرح ایک پادری بن جاؤں۔

میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں ایک اچھی مذہبی زندگی گذاروں گا اور خوب مطالعہ کروں گا۔ اس سے محبت کے خطرناک تصور ختم ہو جائیں گے۔ دُوسرے لوگ جن باتوں کو تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہیں میں اُن سے نفرت کروں گا۔ آج کے بعد میرے دِل کی تمنّاؤں کی بُنیاد استدلال و تدبّر پر رکھی جائے گی۔ میں نے اپنی اِس سوچ کے مطابق اپنی زندگی کا ایک نیا منصوبہ مرتب کیا۔ میں نے پیرس میں اپنے ایک دوست سے خط و کتابت شروع کر دی۔

اِسی دوران میں طبرجے مجھ سے اکثر ملنے کے لئے آتا رہا اور اُس نے میری حوصلہ افزائی کی۔ میں نے اپنے والد سے مشورہ کیا تو اُنھوں نے اِس بات کا اعلان کیا کہ وہ اپنے بچّوں کو طرزِ زندگی کے اِنتخاب میں پوری آزادی دینے کے حامی ہیں۔ اُنھوں نے مجھے جو مشورہ دیا وہ بہت ہی معقول تھا۔ تعلیم کا نیا سال شروع ہونے والا تھا۔ طبرجے اور میں نے مِل کر یہ پروگرام بنایا کہ ہم دونوں سینٹ سلپس چلیں گے جہاں طبرجے دینیات کا نصاب مکمل کرے گا اور میں اپنے نصاب کا آغاز کروں گا۔ اُس نے اپنے بڑے پادری سے بات کی تو اُس نے طبرجے کو ایک معقول وظیفہ دِلوا دیا۔

مذہبی درس گاہ

میرے والد کو جب یقین ہو گیا کہ میں اپنے جنون سے شفایاب ہو چکا ہوں تو اُنہوں نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ ہم پیرس پہنچے۔ میں نے گرمجوشی سے مطالعہ شروع کر دیا اور چند مہینوں ہی میں برق رفتاری سے میں ترقی کی منزلیں طے کر گیا۔ میں دن رات مطالعہ میں مصروف رہتا۔ میری شہرت پھیلنے لگی اور لوگ مجھے مبارکباد دینے لگے۔ مجھے جلد ہی معاوضہ بھی ملنے لگا۔ میں نے محبت کی کمزوری سے نجات حاصل کر لی تھی۔

مجھے پیرس میں رہتے ہوئے ایک برس گزر چکا تھا۔ میں نے ایک بار بھی مینن سے ملنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پہلے میرے دل میں اُس سے ملنے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی لیکن میں نے اس ترغیب پر فتح پا لی تھی۔ اس کے بعد یہ خلش بالکل مٹ گئی اور میں پُرسکون زندگی بسر کرنے لگا۔ بعض اوقات یہ خیال گذرتا تھا کہ میں اُس حسین اور

پری جمال عورت کو بالکل بھول چکا ہوں۔ اب ایسا وقت آگیا تھا کہ میں جلسۂ عام میں دینیات کے متعلق تقریریں کیا کروں۔ تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا تو اُن جلسوں میں پیرس کے سربرآوردہ لوگ بھی شامل ہونے لگے۔ میری شہرت نے مزید پر پھیلائے اور یہ شہرت میری محبوبہ کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں ایک پادری بن جاؤں گا۔ میرا نام سن کر وہ چونک پڑی تھی۔ ایک بار وہ دوسری خواتین کے ساتھ اُس جلسہ میں آئی میں جس میں تقریر کر رہا تھا۔ اُس نے مجھے فوراً پہچان لیا۔

مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ بھی اِس جلسہ میں موجود ہے۔ ہال میں خواتین کے لئے خاص انتظام ہوتا ہے جہاں وہ ایک پردے کے پیچھے آرام سے بیٹھ سکتی ہیں۔ میں چھ بجے سینٹ سیلس کے کلیسا میں واپس آگیا۔ آج مجھے جھولیاں بھر کے داد ملی تھی اور میں بے حد مسرور تھا۔ کلیسا میں داخل ہوتے ہی مجھے بتایا گیا کہ ایک خاتون مجھ سے ملنا چاہتی ہے۔ میرے خدا! میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے مینن کھڑی ہے! اُس کا حسن پہلے سے کہیں زیادہ درخشندہ تھا۔ ابھی وہ اٹھارہ برس کی نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اُس کے حسن و جمال میں ناقابلِ بیاں حد تک اضافہ ہو چکا تھا۔ وہ محبت کا مجسمہ معلوم ہوتی تھی۔

میں اُس کے سامنے ایک بت کی طرح کھڑا تھا۔ اپنی کپکپی کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے یہ اُمید تھی کہ وہ خود ہی اپنی آمد کا سبب بیان کرے گی۔ کچھ دیر تک وہ میری طرح گھبراہٹ محسوس کرتی رہی۔ اِس کے بعد اُس نے اپنے آنسوؤں کو چھپانے کے لئے اپنا ایک ہاتھ آنکھوں پر رکھ کے لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں اپنی بے توجہی کا اعتراف

کیا۔ پھر مجھ سے گلہ کیا کہ میں نے اُسے دو برس تک فراموش کیوں کئے رکھا۔

وہ بیٹھ گئی اور میں کھڑا رہا۔ مجھ میں اُس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈالنے کی ہمت نہیں تھی۔ میں نے بار بار اُس سے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ لیکن الفاظ میرے حلق میں اٹک جاتے۔ آخرکار میں نے اپنا پورا زور لگا کر کہا ــــ "بے وفا منین ـــــ ریاکار، جعل ساز منین!" اُس نے آنسوؤں کی جھڑی لگادی اور بولی ـــــ "میں اپنے مذموم برتاؤ کے لئے کوئی جواز پیش نہیں کر رہی ہوں!"

"آخر تم مجھ سے چاہتی کیا ہو؟" میں نے پوچھا۔

"اگر تم اپنی محبت مجھے نہیں لوٹاؤ گے تو میں مر جاؤں گی! میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ـــــ!"

اب تو میں بھی رو رہا تھا ـــــ "میں اپنی محبت تمہیں سونپ چکا ہوں۔ اب تم میری زندگی مجھ سے طلب کر سکتی ہو ـــــ!"

اِن الفاظ کا میرے مُنہ سے نکلنا ہی تھا کہ وہ اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اُس نے اپنی باہیں میری گردن میں ڈال دیں۔ جذبات کے عالم میں وہ اپنے خوبصورت ہونٹوں سے پیار کے شیریں جملے ادا کرتی رہی۔ میں حیران تھا۔ دو لمحہ پہلے میرے دل میں غیظ و غضب کا طوفان اُٹھا ہوا تھا اور اب برہمی کے اِس طوفان کی جگہ دِل میں بے قرار آرزوئیں مُتلاطم تھیں۔

ہم دونوں بیٹھ گئے۔ میں نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اُس کی طرف مایوسی سے دیکھا ـــــ "پیاری منین ـــــ تم اُس شخص کو آسانی سے دھوکہ دے سکتی ہو جو تم سے بے پناہ محبت کرتا ہے ـــــ مجھے بتاؤ کیا تمہیں آج تک

کوئی ایسا مرد مل سکا ہے جو میری طرح تمہارا شیدائی اور پرستار ہو؟ وعدہ کرو میٹن کہ اب تم وفادار رہو گی ــــــ!"

اُس نے وفادار رہنے کی قسم کھائی۔ میرا دل پگھل گیا۔ میں نے مذہبی انداز کے سحر انگیز لہجے میں کہا ــــــ "تم انسان نہیں فرشتہ ہو! اِس وقت مجھ پر بے خودی کا عالم طاری ہے۔ تم نے اپنی محبت سے میری قربانیوں کا صلہ ادا کر دیا ہے ــــ مجھے دولت کی پروا نہیں۔ مجھے تو صرف تمہاری محبت چاہیئے ۔!"

میں نے اگرچہ اُسے معاف کر دیا تھا لیکن پھر بھی مسٹر بی کے تعلقات کی کہانی سُننا چاہتا تھا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ مسٹر بی نے اُسے دولت کا لالچ دیا۔ اپنے خط میں اُس نے لکھا جتنی زیادہ مجھ پر نوازش کی جائے گی اُتنی ہی زیادہ رقم میں ادا کروں گا میٹن نے مجھے بتایا کہ مسٹر بی نے اُس کے لئے عیش و عشرت کے تمام سامان فراہم کئے لیکن وہ اُس سے محبت نہ کر سکی۔ پھر اُس نے مجھے میرے دوست طرجے کی آمد کا حال سُنایا۔ وہ جب میرے کمرے میں داخل ہوا تو میں گھبرا گئی ــــــ وہ جب آیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے میرے دل میں چھری گھونپ دی ہے۔ میں منہ موڑ کر کھڑی ہو گئی اور میں نے اُس سے بات تک نہ کی۔"

اِس کے بعد اُس نے یہ بھی اِنکشاف کیا کہ وہ میری تلاش میں رہی۔ اُسے بہت پہلے پتہ چل گیا تھا کہ میں پیرس میں ہوں۔ وہ آج اِس جلسہ میں اِس غرض سے آئی تھی کہ اگر میں نے اُسے معاف نہ کیا تو وہ یہیں دم توڑ دے گی۔

اُس کی یہ باتیں سُن کر پتھر کا دل بھی موم ہو جاتا۔ اُس نے نہایت رِقت انگیز لہجے میں اپنے تاسف کا اظہار کیا تھا ــــــ اُسی وقت میں نے یوں محسوس کیا کہ میٹن

کے لئے اپنی مذہبی زندگی ترک کرنی ہوگی۔ میں نے اسی وقت فیصلہ کیا کہ میں فوراً کلیسا چھوڑ دوں گا۔ وہ گاڑی میں سوار ہو کر چل دی اور سڑک کے ایک کونے میں میری منتظر رہی۔ میں دربان کی نظر بچا کر فوراً اُس سے جا ملا۔ میں ابھی تک اپنا کلیسائی کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ ہم سیدھے ایک درزی کی دوکان پر گئے۔ وہاں سے نیا لباس خریدا میتھا نے رقم ادا کی۔ اس لئے کہ میری اپنی جیب میں ایک کوڑی بھی نہیں تھی۔ اُس نے مجھے اتنی بھی اجازت نہیں دی تھی کہ میں اپنے کمرے میں واپس جا کر تھوڑا بہت روپیہ لا سکوں جو میرے پاس وہاں پڑا تھا۔ مسٹر بی کی نوازشات کی بدولت وہ ایک دولت مند عورت بن چکی تھی۔ جس وقت ہم دونوں درزی کی دوکان میں کھڑے تھے ہم نے اپنے مستقبل کے متعلق غور و خوض کیا۔

باہمی مشورہ سے یہ طے پایا کہ وہ فوراً مسٹر بی سے اپنے تعلقات منقطع کر لے گی یہ اِس بات کا ثبوت تھا کہ اُسے مجھ سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ بولی —— "میں اُن کا دیا ہوا فرنیچر اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گی —— البتہ زیورات اور ساٹھ ہزار فرانک جو اُس نے مجھے اِن دو برسوں میں دیئے ہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ مجھے اُن پر پورا حق ہے۔ ہمارے تعلقات کچھ ایسے رہے ہیں کہ وہ مجھ پر اپنا تسلّط نہیں جما سکتا۔ میں اُس سے الگ ہو کر آزادانہ زندگی بسر کر سکتی ہوں اور پیرس ہی میں رہ سکتی ہوں۔"

میں نے اُسے بتایا کہ پیرس میں رہنے سے اِس کیلئے تو کوئی خطرہ نہیں لیکن میرے لئے ضرور ہے مجھے جلد یا بدیر پہچان لیا جائے گا اور مجھے کلیسائی زندگی پر پھر مجبور کیا جائے گا۔ وہ پیرس میں رہنے پر مُصر رہی۔ آخر کار ہم میں ایک سمجھوتہ ہوا۔ فیصلہ ہوا کہ پیرس کے قریب ہی ایک گاؤں میں مکان کرایہ پر لیا جائے تاکہ پیرس میں تفریح اور خرید و فروخت کے لئے آنے میں

آسانی رہے۔ اِس فیصلہ کے بعد میتن اپنے گھر چلی گئی اور میں باغ میں اُس کا منتظر رہا۔
ایک گھنٹہ کے بعد میتن ایک گھوڑا گاڑی میں واپس آگئی۔ اُس کی خادمہ اُس کے ساتھ تھی۔ گاڑی میں دو چار ٹرنک بھی تھے۔ اِن ٹرنکوں میں زیور اور ملبوسات تھے۔ جلد ہی ہم اُس ہوٹل میں جا پہنچے جہاں اپنے عشق کی اِبتدا میں ہم پیرس آتے ہوئے قیام پذیر ہوئے تھے۔ خیال یہ تھا کہ کچھ دن اُس ہوٹل میں قیام کریں گے اور قریبی گاؤں میں مکان کی تلاش جاری رکھیں گے۔ جب کوئی مکان کرایہ پر مل جائے گا تو وہاں منتقل ہو جائیں گے۔

ہوٹل میں قیام کے دنوں میں پہلے مجھے یہ خیال گذرا کہ میری مسرت کھوکھلی بنیادوں پر کھڑی ہے۔ میتن کے لطف و کرم میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ مجھ پر اتنی محبت نچھاور کرتی کہ میں اپنے دُکھ بھول جاتا۔ ہمیں زندگی کا بہت کم تجربہ تھا۔ کبھی کبھی ہم اپنی مالی حالت پر غور کرتے۔ ہمارے پاس ساٹھ ہزار فرانک تھے۔ ظاہر تھا کہ اِتنی رقم سے زندگی نہیں کٹ سکتی تھی۔ ہم اپنے اخراجات میں زیادہ کمی کرنے کے لئے بھی تیار نہیں تھے۔
میں نے ایک تجویز پیش کرتے ہوئے کہا ——— ساٹھ ہزار فرانک سے ہم دس برس تک آرام سے زندگی گذار سکتے ہیں۔ ہماری زندگی سادہ اور باوقار ہو گی۔ تمہیں غنائیہ ناٹکوں کا شوق ہے۔ ہم ہفتے میں دو بار تھیٹر دیکھا کریں گے۔ دس برس میں ہزاروں تبدیلیاں آسکتی ہیں۔ میرا والد بوڑھا ہے۔ وہ کسی لمحہ بھی مر سکتا ہے۔ مجھے جائداد کا کافی حصّہ ملے گا اور ہماری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔"

اگر ہم اپنے اِن اِرادوں پر کاربند رہتے تو دس برس تک زندگی واقعی امن چین سے گذر سکتی تھی لیکن یہ اِرادے ایک مہینہ کے بعد کمزور پڑنے لگے۔ میتن سیر و تفریح کی مجنونانہ حد تک شائق تھی۔ اور میں میتن کا دیوانہ تھا۔ اُس کی کوئی بات ٹالنا میرے

بس کی بات نہ تھی۔ جس چیز کو وہ پسند کرتی میں اُسے فوراً خرید لاتا مبین گاؤں کے مکان سے بھی اُکتا گئی۔ سردیاں آگئی تھیں۔ سردیوں میں لوگ گاؤں چھوڑ کر پیرس چلے گئے تھے۔ گاؤں میں اُکتا دینے والی ویرانی تھی مبین نے مشورہ دیا کہ پیرس میں کوئی مکان کرائے پر لینا چاہیئے۔ میں نے انکار کیا لیکن اُسے ناراضگی کا موقع نہ دینے کی غرض سے میں نے مشورہ دیا کہ پیرس میں ایک کمرے کا فلیٹ لیا جا سکتا ہے تاکہ جب ہمیں تھیٹر میں دیر ہو جایا کرے تو ہم رات وہاں بسر کر سکیں۔ اِس فیصلہ پر عمل کیا گیا۔ گاؤں میں ہمارا مکان تھا اور شہر میں ایک فلیٹ۔ ہمارے دو گھر ہو گئے۔ اِس کے بعد کچھ ایسے واقعات ظہور میں آئے کہ مالی طور پر ہمارا دیوالہ پٹ گیا۔

مبین کا ایک بھائی پیرس کی فوج میں ملازم تھا۔ یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ ہمیں اُس محلہ میں مکان ملا جس میں وہ بھی رہتا تھا۔ ایک صبح کو اُس نے اپنی بہن کو کھڑکی میں کھڑی دیکھا۔ اُس نے اپنی بہن کو پہچان لیا اور تیر کی طرح سیدھا وہاں چلا آیا۔ وہ ایک اوباش اور آوارہ شخص تھا۔ اُس کا کوئی اُصول نہیں تھا۔ اُسے اپنی بہن کی زندگی کے کچھ حالات کا علم تھا اس لئے وہ کمرے میں داخل ہوتے ہی واہی تباہی بکنے لگا۔ میں وہاں موجود نہیں تھا ورنہ اِس توہین آمیز رویہ کے لئے اُس کا منہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیتا۔ میں اُس وقت آیا جب وہ جا چکا تھا مبین کی صورت سے میں نے اندازہ کر لیا کہ اُسے ایک ناخوشگوار حادثہ پیش آیا ہے مبین نے مجھ سے وہ منظر بیان کیا۔ میری آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ میں انتقام لینے کے لئے دروازے کی طرف بڑھا لیکن مبین نے زارو قطار روتے ہوئے مجھے روک لیا۔ ابھی ہم دونوں باتیں ہی کر رہے تھے کہ مبین کا بھائی پھر واپس آیا۔ اُس نے دروازے پر دستک دینے کی زحمت بھی گوارا نہ کی۔ کمرے میں اندر آتے ہی اُس نے

مینن سے معافی مانگی ــــــ اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور بولا ــــ "مجھے شک تھا کہ تم بے قاعدہ زندگی گذار رہی ہو لیکن تمہاری خادمہ کے بیان سے مجھے اپنی غلطی کا شدید احساس ہُوا ہے۔ مجھے ابھی تمہاری خادمہ کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ تمہارا شوہر ایک شریف انسان ہے۔ میں تم سے صلح کرنے آیا ہوں ــــــــ"

میں نے مینن کو خوش کرنے کے لئے اُس کے بھائی کی اِس معذرت کو قبول کر لیا۔ مینن اپنے بھائی کے تاسف آمیز رویہ پر واقعی بہت خوش ہوتی تھی جلد ہی مینن کا بھائی ہم سے بے تکلف ہو گیا۔ جب ہم نے اُسے بتایا کہ ہم واپس گاؤں جانا چاہتے ہیں تو وہ ہمارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ وہ ہماری ہر چیز پر اپنا جائز حق سمجھتا تھا۔ اُس نے ہم سے اپنے گہرے لگاؤ کا اظہار کیا اور ہمارے ہی گھر کو اپنا گھر سمجھنے لگا۔ وہ مجھے بھائی کہکر خطاب کرتا۔ وہ اپنے احباب کو بھی اکثر ہمارے گھر لانے لگا۔ ہمارے خرچ پر اپنے احباب کی دعوتیں کرنے لگا۔ اُس نے خوب صورت کپڑے پہننے شروع کر دیئے اور بِل ہمیں بھجوانے لگا۔ میں نے اُس کی اِس لوٹ کھسوٹ کی طرف سے جان بوجھ کر آنکھیں بند کر لیں تاکہ مینن ناراض نہ ہو ــــــ میں نے اس بات کی طرف سے بھی چشم پوشی اختیار کی کہ وہ اپنی بہن سے چوری چھپے بھاری رقم لے جاتا ہے۔ وہ ایک پیدائشی قمار باز تھا۔ میں اُس کی ان فضول خرچیوں کو بند کرنا چاہتا تھا لیکن ایک ایسا حادثہ پیش آیا جس نے ہمیں تباہ کر دیا اور اُس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔

ایک رات کو ہم پیرس میں تھے۔ دوسرے دن صبح گاؤں سے ہماری خادمہ دوڑتی ہوئی اور اُس نے یہ بُری خبر سنائی کہ گاؤں میں ہمارا مکان جل کر راکھ ہو گیا ہے۔ آگ بہت مشکل سے بُجھائی گئی۔ ہم اُسی وقت گاؤں پہنچے۔ مجھے زیادہ فکر روپے کی تھی۔

گاؤں پہنچے تو معلوم ہوا نہ صرف فرنیچر راکھ کا ڈھیر ہو گیا ہے بلکہ روپیہ بھی غائب ہے۔ اس نقصان سے میں حواس باختہ ہو گیا۔ چشم زدن میں اپنا تاریک مستقبل میری نگاہوں میں گھوم گیا۔ منین کو دولت اور آرام و آسائش سے بے پناہ محبت تھی۔ میرے دل میں ایک خطرہ نے سر اُبھارا کہ اب ایک بار پھر میں منین سے جُدا ہو جاؤں گا۔

میں نے اپنے حواس کو بحال رکھتے ہوئے یہ سوچا کہ منین کو اس نقصان سے ابھی آگاہ نہ کیا جائے۔ کوشش کی جائے۔ روپیہ پیدا کیا جائے۔ پھر آہستہ اس تباہی سے آگاہ کیا جائے میں سوچ رہا تھا اگر دس سال ختم ہو جاتے۔ میرا والد دس برسوں کے گذرنے کے بعد بھی زندہ رہتا تو میں ایسے حالات میں کیا کرتا؟ پھر بھی تو مجھے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا پڑتا۔ خدا نے جو کچھ کیا ہے، اچھا کیا ہے۔ پیرس میں کتنے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس دولت نہیں ہے ذرائع بھی نہیں ہیں۔ پھر بھی وہ زندہ رہتے ہیں۔ میں ذہین ہوں۔ اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں کیا کچھ نہیں کر سکتا؟ اکثر دولت مند بے وقوف ہوتے ہیں۔ اُن سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ دولت مند اگر ذہین بھی ہوتے تو دولت مند سدا عیش کرتے اور باقی لوگ اندوہناک زندگی بسر کرتے ——— غریبوں کو خدا نے ذہانت اور محنت عطا کر کے افلاس سے نجات حاصل کرنے کے مواقع عطا کئے ہیں۔ مجھے بھی اِن مواقع سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے ———

یہ باتیں سوچ کر میری کچھ ہمت بندھی ——— میں نے منین کے بھائی سے مشورہ کیا ——— وہ پیرس کی اندرونی اور بیرونی زندگی سے خوب واقف تھا۔ مجھے یہ بھی خیال آیا کہ فوج سے اُسے جو تنخواہ ملتی ہے وہی اُس کی آمدنی کا تنہا ذریعہ نہیں ہے۔ وہ کچھ اور

ذرائع سے بھی رُوپیہ پیدا کرتا ہے۔ میری جیب میں اُس وقت صرف ۳۲ فرانک تھے۔ میں نے مینن کے بھائی کو اپنا بٹوہ دکھاتے ہوئے کہا —— "بس یہی کچھ بچا ہے —— اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ فاقوں سے مر جائیں یا خودکشی کر لیں!" اُس نے کہا خودکشی بیوقوف کیا کرتے ہیں۔ جہاں تک بھوک اور افلاس کا سوال ہے لوگ اگر عقل و خرد سے کام لیں تو راستہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بھوک اور افلاس سے نجات مل جاتی ہے —" اُس نے میری ہر ممکن مدد کرنے کا وعدہ کیا۔

"میرے دوست! میں فوراً اپنے اس نقصان کی تلافی کرنا چاہتا ہوں! تمہیں کہو میں مینن کو کیا مُنہ دکھاؤں گا؟"

"مینن ——!" اُس کا بھائی زور سے ہنسا —— "اُس کی کیا فکر ہے مینن جیسی لڑکی ہمیشہ دُشواریوں پر عبور پا سکتی ہے۔ اگر ایسی لڑکی تمہارے ساتھ ہو تو تمہیں کبھی پریشانیوں کا سامنا نہیں ہو سکتا۔"

اُس نے پھر جھجکتے ہوئے کہا —— "اگر تم مجھے مشورہ دو تو میں ایک رئیس سے بات کروں مجھے خیال ہے کہ وہ فوراً مینن کے لئے دس ہزار فرانک دینے کو آمادہ ہو جائے گا۔"

میں نے اُس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا —— "مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی!"

مجھے اُس کی امداد کی ضرورت تھی۔ اِس لئے میں اپنا غصہ پی گیا —— میں نے اُس سے پوچھا کہ اِس کے سوا کیا کوئی اور راستہ بھی ہے ——؟

اُس کا دُوسرا مشورہ یہ تھا —— "تم نوجوان اور خوبصورت ہو —— ادھیڑ عمر کی دولت مند بیوہ مل سکتی ہے —— وہ تمہارے لئے رُوپیہ پانی کی طرح بہانے کے لئے تیار ہو جائے گی ——" میں نے اُس کا یہ مشورہ بھی رَد کر دیا کیونکہ میں مینن سے بیوفائی

کے لئے ہرگز ہرگز تیار نہیں تھا۔ آخر میں اُس نے قمار بازی کا مشورہ دیا اور کہا ــ "اگر کچھ ترکیبیں سیکھ لی جائیں تو روپیہ پیدا کرنا دشوار نہیں ــ!" اِس کے بعد مجھے اِس بات پر حیرت ہوئی کہ اُس نے کچھ رقم دینے کا بھی وعدہ کیا۔ میں نے اُس سے اِلتجا کی کہ وہ ممینن کو ابھی اِس نقصان سے آگاہ نہ کرے۔

اُس نے ملنے کے بعد مجھے رنج ہوا کہ میں نے اپنے دُکھ میں اُسے اپنا رازدار کیوں بنایا ــ؟ اُس نے میری کوئی مدد نہیں کی تھی۔ محض مشورے دیئے تھے۔ مجھے ڈر تھا کہ وعدہ شکنی کرے گا اور ممینن کو سب کچھ بتا دے گا۔ مجھے اِس بات کا بھی اندیشہ تھا کہ اِن حالات میں وہ ممینن سے فائدہ اُٹھانے کی پوری کوشش کرے گا ــ اِنتہائی مایوسی کے عالم میں اپنے والد کو میں نے خط لکھنا چاہا تاکہ اُس سے کچھ روپیہ مانگ سکوں لیکن یہ سوچ کر اِس خیال کو ترک کر دیا کہ وہ بہت سنگدِل ہے۔ اُس نے مجھے چھیڑنے کے لئے ایک کمرہ میں بند رکھا تھا۔ دفعتاً مجھے اپنے دوست طبر جے کا خیال آیا۔ میں اپنے دیرینہ دوست ہی کے آگے اپنے ہاتھ کیوں نہ پھیلاؤں ــ؟ اِس خیال کے آتے ہی مجھے کچھ اِطمینان محسوس ہوا۔ میں نے اُسی دِن اپنے دوست سے ملنے کا فیصلہ کیا

میں نے اُسے ایک خط لکھا اور اُس جگہ سے اُسے آگاہ کر دیا جہاں ہم دونوں مِلنا چاہتے تھے۔ اُس سے ملنے کے خیال نے میری پریشانی دُور کر دی اور ممینن میری صُورت پر ملال کی گرد نہ دیکھ سکی۔ میں نے گاؤں کے مکان کی تباہی بیان کرتے ہوئے کچھ ایسا لب و لہجہ اختیار کیا جیسے وہ کوئی بہت معمولی نقصان ہو۔ میں نے مشورہ دیا کہ اب ہم اُس وقت تک پیرس ہی میں رہیں گے جب تک گاؤں کے مکان کی ضروری مرمت نہیں ہو جاتی۔ ایک گھنٹہ کے بعد مجھے طبر جے کا جواب موصول ہوا کہ وہ

مقررہ جگہ پر پہنچ جائے گا۔ میں بجلی کی تیزی سے اُس جگہ پہنچا جہاں مجھے قوی اُمید تھی کہ میرا دوست مجھ سے مہربانی کے ساتھ پیش آئے گا ــــــ

ملاقات

میں نے اپنے دوست کو شاہی باغ میں بلوایا تھا۔ وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ گیا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی اپنی باہیں پھیلا کر میری طرف بڑھا اور اس نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔ میں نے اس سے معذرت طلب کی اور پوچھا کہ کیا میں اب بھی اسے اپنا دوست سمجھ سکتا ہوں ——— ؟ اس نے بہت پیار سے جواب دیا کہ وہ میرا ہمیشہ سچا دوست رہے گا!

ہم ایک بنچ پر بیٹھ گئے۔

"میں بہت احسان فراموش ہوں۔ بہت شرمندہ ہوں ——— لیکن مجھے اس بات پر بہت رنج ہوگا اگر تم مجھ سے محبت کرنا چھوڑ دوگے ——" میں نے کہا۔

اس نے دوستی کے ثبوت میں مجھ سے یہی مطالبہ کیا کہ میں کلیسائی زندگی

ترک کرنے کے بعد کے تمام واقعات کچھ چھپائے بغیر سنادوں ـــــ میں نے اپنی مسرت اور مصیبت کی کہانی سُنائی۔ میں نے کچھ اِتنے دردناک لہجے میں یہ سارے واقعات سُنائے کہ طرجے کی آنکھیں نم آلود ہو گئیں۔

وہ بولا ـــــ "تم نے آج تک میرے مشورہ پر عمل نہیں کیا ـــــ اب تمہیں کہو میں تمہاری کیا مدد کرسکتا ہوں ـــــ؟"

مجھے روپے کی ضرورت تھی۔ اُس نے شاید میری طلب کو بھانپ لیا تھا ـــــ

اُس نے کہا ـــــ "میں تمہیں مالی اِمداد دے کر گناہ کر رہا ہوں۔ تمہیں مالی اِمداد دینا تمہاری عیش پرستی اور اوباشی میں شرکت کرنا ہے ـــــ!" اور پھر وہ سوچ میں پڑ گیا ـــــ "شاید افلاس نے تمہارے ذہنی توازن کو بگاڑ دیا ہے۔ اِس لئے تم سچا راستہ نہیں اپنا سکتے۔ میں کہیں سے روپیہ حاصل کروں گا اور تمہیں بھجوادوں گا۔ لیکن ایک شرط ہے!"

"وہ کیا ـــــ؟" میں نے بے صبری سے پوچھا۔

"تم جہاں کہیں بھی ہو گے مجھے خط لکھو گے اور مجھے اِس بات کی اِجازت دو گے کہ میں تمہیں راہ پر لانے کی کوشش کرتا رہوں ـــــ"

مَیں نے فوراً اُس کی بات مان لی۔ وہ مجھے ایک بینک میں لے گیا۔ اُس نے وہاں سے مجھے ایک ہزار فرانک دِلوائے۔ طرجے کوئی دولت مند شخص نہیں تھا۔ اُس کی تنخواہ دس ہزار فرانک سالانہ تھی! لیکن اُسے یہ رقم ابھی نہیں ملی تھی ملنے والی رقم کی توقع پر ہی اُس نے بینک سے مجھے ایک ہزار فرانک قرض لے کر دیئے تھے اور بینک کو ایک رسید لکھ کر دیدی تھی۔

میں اپنے دوست کی نیک دِلی سے بہت متاثر ہُوا۔ اُس وقت میرے دِل میں بھی نیکی کے خیالات جاگ اُٹھے۔ لیکن رُوپیہ پاتے ہی وہ سونے لگے۔

مبین غیر معمولی کردار کی عورت تھی۔ اُسے دولت سے اِتنی محبت نہیں تھی۔ لیکن وہ دَولت کے بغیر رہ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ تو سیر و تفریح اور عیش و عشرت چاہتی تھی۔ اگر سیر و تفریح مُفت مُیسّر آتی تو وہ کبھی ایک پائی کا مُطالبہ نہ کرتی۔ اگر دن لُطف و مسرّت سے گذرتا ہے تو اُسے یہ کبھی فکر نہ ہوتی تھی کہ رُوپیہ کہاں سے آتا ہے؟ اُسے مجھ سے محبت تھی، یہ درست ہے۔ لیکن اگر میں اُس کے لئے عیش و عشرت کے سامان مُہیّا نہ کرسکوں تو وہ یقیناً آرام و آسائش کے لئے مجھے چھوڑ دے گی اور کسی دُوسرے مسٹر بی سے ناطہ جوڑے گی۔ اِس بات کا مجھے یقین تھا۔

اِن باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے اپنے ذاتی اخراجات بہت ہی کم کر دیئے۔ میں ایک ایک پائی مبین کے لئے بچانے لگا۔ اب گھوڑا گاڑی رکھنا دُشوار ہو گیا تھا۔ میں نے پھر مبین کے بھائی سے مشورہ کیا۔ اُس نے مجھے ایک بار پھر قمار بازی کی طرف راغب ہونے کی دعوت دِی۔ ضرورت نے مجھے مجبور کر دیا۔ میں نے جعلسازی اور پتّے بازی اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اُسی شام کو مبین کے بھائی نے اپنے ایک دوست سے میرا تعارف کرایا۔ مجھے اُس کے دوستوں کو دعوت دینی پڑی۔ میں نے پتّے بازی کا سبق حاصل کرنا شروع کر دیا۔ جلد ہی میں پتّے لگانے میں ماہر ہو گیا۔ مجھے اب ایک شاندار ہوٹل میں اپنی قسمت آزمانا تھی جہاں جُوا ہوتا تھا۔ قسمت نے میرا ساتھ دیا۔ تھوڑے دنوں میں اِتنی رقم میرے ہاتھ لگ گئی کہ سارے خوف مِٹ گئے۔ اب مبین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں رہی تھی کہ یہ بھاری نقصان

ہوا تھا۔ میں نے نہایت بے پروائی سے اُسے گاؤں کے مکان کی مکمل تباہی کی خبر سُنائی۔ اور جلد ہی اُسے پیرس میں ایک آراستہ و پیراستہ فلیٹ میں منتقل کر دیا۔ ہم اُسی شان و شوکت اور ٹھاٹھ باٹ سے رہنے لگے۔

میرا دوست طبرجے اکثر میرے پاس آتا اور اخلاقی درس دیتا رہتا۔ وہ مجھے بار بار یہ بات یاد دلاتا کہ میں غلط راستہ پر گامزن ہوں۔ اپنے ضمیر کو گندہ بنا رہا ہوں۔ میں اُس کے نیک مشورے دھیان سے سُنتا اور اُس کا شکریہ ادا کرتا کہ وہ مجھ میں اتنی دلچسپی لے رہا ہے۔ جب اُس نے یہ دیکھا کہ میں نے اُس کے ہزار فرانک لوٹا دیئے ہیں۔ ایک آراستہ گھر میں زندگی بسر کر رہا ہوں۔ اپنے اخراجات بڑھا چکا ہوں تو اُس نے بھی اپنے انداز بدل دیئے۔ وہ زیادہ سنگدل ہو گیا۔ ایک دن اُس نے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔ "یہ تمہاری دولت حرام کی کمائی ہے۔ تم نے مجرمانہ ذرائع سے یہ دولت حاصل کی ہے۔ جلد ہی یہ دولت تم سے چھین لی جائے گی —— خدا کرے تمہاری مجرمانہ مسرت کے دن جلد ختم ہو جائیں اور تم پھر ایک بار پھر میرے پاس مجھ سے امداد لینے آؤ —— خدا حافظ!" اور وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اُس کا دامن پکڑنا چاہا لیکن مینن نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ بولی ——

"اس وقت تمہارے دوست کا دماغ صحیح نہیں ہے۔ اس کا جانا ہی بہتر ہے ——"

مجھے اپنے دوست طبرجے کے الفاظ یاد رہے۔ وہ میرے ذہن پر ثبت ہو گئے۔ کئی بار مجھے خیال آتا کہ مجھے اِس گناہ آلود زندگی کو ترک کر دینا چاہیئے لیکن مینن کا خیال میری اُداسی کو دُور کر دیتا۔ ہم لہو و لعب کی زندگی بسر کرتے رہے۔ دولت نے ہماری محبت کو اور بھی مضبوط بنا دیا تھا۔ قسمت ہم پر مہربان تھی۔ میں نے اتنا روپیہ پیدا کر لیا تھا کہ میں اِس روپے سے کوئی جائداد وغیرہ خریدنے کی سوچ رہا تھا۔ ہمارے یہاں ایک نوجوان خادمہ

تھی ــــ ایک اور نوجوان کو بھی ہم نے مُلازم رکھ لیا تھا۔ نوجوان خادمہ کو اس نوجوان مُلازم سے محبّت ہو گئی تھی۔ اُن دونوں نے ہمیں اپنی دَولت کی باتیں کرتے ہُوئے اکثر سُنا تھا۔ اُنھوں نے ہمارے خِلاف ایک اَیسی سازش کی کہ ہم پھر بلندی سے پستی میں آگرے ــــ

ایک رات شوہر مینَن کے بھائی نے ہمیں کھانے کی دعوت دی۔ ہم آدھی رات کو گھر لَوٹے مینَن نے اپنی خادمہ کو اور مَیں نے اپنے مُلازم کو آواز دی لیکن وہ دونوں غائب تھے۔ ہمیں پتہ چلا کہ وہ دیر سے گھر میں نہیں تھے۔ وہ کچھ ٹرنک لے کر جا چُکے تھے۔ اُنھوں نے پڑوسیوں سے کہا تھا کہ مالک نے یہ ٹرنک منگوائے ہیں۔ میں نے اَلماری کا تالا کھولا۔ اُس میں پڑی ہُوئی رُوپوں کی صندوقچی غائب تھی۔ اَلماری میں کپڑے بھی نہیں تھے۔ میں اِس صدمہ کی تاب نہ لا سکا۔ میں نے بمشکل اپنے آنسوؤں کو روکا۔ مینَن بھی پُھر ملیب کھڑی تھی میں نے اُسے دِلاسہ دیا کہ میں جلد ہی اپنا یہ نُقصان پُورا کر لُوں گا۔ لیکن اُسے یقین نہ آیا ــــ "ہم تباہ ہو چُکے ہیں ــــ" اُس نے روتے ہُوئے کہا۔

حقیقت یہ تھی کہ اُس وَقت ہم دونوں اِتنے مُفلِس ہو چُکے تھے کہ ہمارے پاس پہننے کے لئے بھی کپڑے کا ایک ٹکڑا نہیں بچا تھا۔

مینَن کے بھائی کو طلب کیا گیا۔ اُس نے آتے ہی مشورہ دیا کہ پولیس کو فوراً اطلاع دی جائے۔ میں نے بیوقُوفی کی اور فوراً پولیس تھانہ چلا گیا۔ پولیس والوں نے صرف رپورٹ لکھ لی۔ مجھے وَہاں سے مایُوس واپس آنا پڑا۔ اِسی عرصہ میں مینَن کے بھائی کو اپنی بہن سے باتیں کرنے کا موقع مِل گیا تھا۔ اُس نے اپنی بہن کو ایک ہولناک مشورہ دیا۔ مسٹر جی ایک بہت بڑے رئیس تھے۔ اپنی عیش پرستی کی وجہ سے سارے پیرس میں مشہُور تھے۔ مینَن کے بھائی نے بتایا کہ اگر وہ رئیس آمادہ ہو گیا تو وارے کے نیارے

ہو جائیں گے۔ مینن مایوسی کے عالم میں ہر قدم اُٹھانے کے لئے تیار ہو گئی تھی۔ جب میں واپس آیا تو مینن کا بھائی اگلے کمرے میں میرا منتظر تھا اور مینن عقبی کمرے میں جا چکی تھی۔ مینن کے بھائی نے مجھے صلاح دی کہ میں آج مینن کو تنہا چھوڑ دوں اس لئے کہ وہ بہت غم زدہ ہے مینن کے بھائی نے مجھے کچھ روپے دیئے۔

میں صبح چار بجے تک جاگتا رہا۔ بستر پر کروٹیں بدلتا رہا اور روپیہ حاصل کرنے کی ترکیب سوچتا رہا۔ صبح جب میں بیدار ہوا تو عقبی کمرے میں گیا مینن کمرے میں نہیں تھی۔ پڑوسیوں نے مجھے بتایا ایک گھنٹہ ہوا وہ اپنے بھائی کے ساتھ کہیں باہر گئی ہے۔ اُس وقت مینن کا بھائی مجھے ایک بہت ہی پُراسرار شخص معلوم ہوا۔ میں کمرے میں ٹہلنے لگا۔ دفعتاً میری نگاہ ایک لفافہ پر پڑی۔ اُس خط پر مجھے اپنا نام نظر آیا۔ میں نے کانپتے ہوئے وہ لفافہ کھولا مینن نے لکھا تھا ——

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ جتنا پیار میں تم سے کرتی ہوں اُتنا دُنیا میں کسی اور سے نہیں کرتی۔ میرے پیارے —— وفاداری ایک احمقانہ جوہر ہے۔ خاص طور پر ایسی حالت میں جبکہ ہم مصیبت زدہ ہیں۔ کیا ہم کچھ کھائے پیئے بغیر ایک دوسرے سے محبت کر سکتے ہیں؟ ایک دِن یہ بھوک ہمیں قبر میں لے جائے گی مجھ پر اعتبار کرو مجھے تم سے بے پناہ محبت ہے۔ تم گھر کے امور مجھ پر چھوڑ دو۔ میں تمہیں دولت مند اور مسرور بنانے کا تہیہ کئے ہوئے ہوں۔ بس کوئی مُرغی پھنسنے دو۔ اپنے اچھے دِن پھر لوٹ آئیں گے۔ تمہیں میرے بھائی سے پتہ چلے گا کہ میں تمہیں چھوڑتے ہوئے زارو قطار رو رہی ہوں —— میرا بھائی ہی تمہیں بتائے گا کہ میں اب کہاں ہوں ——

تمہاری مینن،

اُس وقت میری جو حالت ہوئی میں اُسے بیان نہیں کر سکتا۔ اُس وقت میرے دِل پر حسد، رقابت اور ندامت کے ملے جذبات نشتر زنی کر رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا۔ "مینن کو مجھ سے محبت ہے۔ میرا اپنا یہی خیال ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ میں نے اُس کے لئے کتنی بڑی قربانی دی ہے۔ پھر وہ مجھے اِس طرح چھوڑ کر کیوں چلی جاتی ہے۔ لُطف یہ ہے کہ بے وفائی کا اِلزام بھی اپنے پر نہیں آنے دیتی۔ میں بھوک سے بالکل نہیں ڈرتا۔ میں نے اپنی دولت کو ٹھکرا کر بھوک کا مقابلہ کیا ہے۔ میں نے اپنے والد کے گھر کا آرام تیاگ دیا ہے۔ کس لئے صرف مینن کے لئے! وہ کہتی ہے اُسے مجھ سے محبت ہے۔

یہ کیسی محبت ہے ———؟ اب مجھے جدائی کا غم نہیں ہو گا ———"

میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ مینن کا بھائی لوٹ آیا۔ اُسے دیکھتے ہی میں نے تلوار اُٹھالی ——— "بدمعاش ——— ! بتا مینن کہاں ہے؟ تم اُسے کہاں چھوڑ کر آ رہے ہو؟" وہ گھبرا گیا۔ اُسے قطعاً یہ اُمید نہیں تھی کہ میں اس طرح اُس کا خیر مقدم کروں گا۔

اُس نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا ——— "میں نے تو تمہاری بھلائی کے لئے کام کیا ہے اور تم مجھ سے اِس طرح سلوک کر رہے ہو! میں ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا اور پھر کبھی اِس گھر میں قدم نہ رکھوں گا!"

"باتیں نہ بناؤ۔ میری باتوں کا سیدھی طرح جواب دو۔ نہیں تو ابھی گردن اُتار کر رکھ دوں گا!" میں نے غصّہ سے کانپتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو ——— جلد بازی سے کام نہ لو ——— میں تمہیں ایک خوشخبری سُنانے آیا ہوں!"

میں نے تلوار رکھ دی تو اُس نے مجھے یہ قصّہ سُنایا کہ مینن آنے والے افلاس زدہ ایّام سے گھبرا گئی تھی۔ اُس نے مجھ سے اِلتجا کی کہ میں اُسے مسٹر جی کے پاس لے چلوں۔

مسٹر جی کی فیاضی مشہور ہے۔ میں آج صبح مبین کو اُن کے پاس لے گیا۔ وہ مبین کی خوبصورتی سے بہت مرعوب و متاثر ہوئے۔ میں نے مسٹر جی کو بتایا کہ مبین کو بھاری مالی نقصان ہوا ہے۔ اُنھوں نے مبین کو یقین دلایا کہ وہ اُسے کوئی تکلیف نہ ہونے دیں گے ــــــ میں نے جب یہ بتایا کہ مبین کا ایک غریب بھائی بھی ہے جس کی پرورش کی ذمہ داری مبین پر ہے تو مسٹر جی اور بھی پسیج گئے اُنھوں نے وعدہ کیا کہ وہ آٹھ سو فرانک ماہوار مبین کے بھائی کو بھی دیا کریں گے۔ تمہیں اور کیا چاہیئے؟ آٹھ سو فرانک سے تم اِس فلیٹ میں شاہانہ زندگی بسر کر سکتے ہو مبین کے لئے اُنھوں نے ایک مکان خالی کروانے کا حکم دیدیا ہے۔ تمہیں مبین سے ملنے کے مواقع بھی میسر آئیں گے۔ مبین نے محبت بھرا پیغام اور پیار بھیجا ہے۔"

میں صوفہ پر گر پڑا۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ میں دیر تک بے حس و حرکت پڑا رہا۔ مجھے اُس وقت اپنا کالج، اپنا گھر اور کلیسا یاد آیا۔ میں کبھی نیک زندگی بسر کر رہا ہوں۔ آج میں کتنی نفرت انگیز پستی میں گرتا چلا جا رہا ہوں! محبت نے مجھے کس قدر تباہ کر دیا تھا۔ میں نے اُس سے شادی کیوں نہ کی۔ میں شادی کر لیتا تو میرے والد یقیناً اتنے برہم نہ ہوتے۔ وہ اُسے اپنی بہو بنانے پر آمادہ ہو جاتے۔ .... میں مبین سے محبت کرتا اور ساری عمر خوش رہتا۔ اور آج میں کتنی نفرت انگیز زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں!

اب میں مبین کو کیوں کر چھوڑ سکتا ہوں۔ تیر ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور مبین کے بھائی سے کہا ــــ "کاش! تم کوئی اور راستہ اختیار کرتے۔ خیر اب تم جبکہ یہ قدم اُٹھا چکے ہو ــــ میں کیا کہہ سکتا ہوں ــــ

منین کے بھائی نے جب یہ دیکھا کہ میرے خیالات بدل چکے ہیں تو وہ بہت خوش ہُوا۔ وہ مسرت سے اُچھلتے ہُوئے بولا میں نے یہ سب کچھ تمہاری بھلائی کے لئے کیا ہے۔ تمہیں منین سے ملنے کا موقع ملے گا۔ تم ایک دیہاتی لڑکا بن کر اُس کے سامنے جانا —— ذرا پھٹے پُرانے کپڑے پہن لینا —— !؟ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔

چار روز کے بعد منین کا بھائی پھر میرے پاس آیا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ پیرس میں منین کیلئے مکان خالی کروا دیا گیا ہے منین اب اُس گھر میں مُنتقل ہو چکی ہے۔ ہم دونوں اُس سے ملنے گئے۔ منین کا بُوڑھا عاشق وہاں سے جا چکا تھا۔ میں نے منین کی مرضی کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے تھے لیکن اُسے دیکھتے ہی میرے دل میں غصّہ کی آگ پھر بھڑک اُٹھی۔ میں خاموش رہا۔ میرا مُنہ لٹکا ہُوا تھا۔

اُس نے مجھے سنجیدہ دیکھا تو وہ اپنی خواب گاہ میں چلی گئی۔ میں اُس کے پیچھے خوابگاہ میں پہنچا۔ میں نے سوال کیا۔ "تم وہاں سے چلی کیوں آئیں ——؟"

"اور کیا کرتی —— مجھے رنج ہوا ہے کہ تم میرے سامنے آتے ہی خاموش ہو گئے اگر میری طرف دیکھنے سے تمہیں اِتنی ہی نفرت ہے تو پھر میرے لئے یہی بہتر ہے کہ میں تمہارے رُو برُو نہ آؤں۔ تمہیں تو چاہیئے تھا کہ آتے ہی مجھ سے بغل گیر ہو جاتے ——" اُس نے جواب دیا ——

میں نے اُسے اپنے بازوؤں میں لیتے ہُوئے کہا —— "تم جانتی نہیں ہو۔ غم سے میرا دِل ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے۔ خیر میں اَب اُس کا کوئی ذکر نہیں کرنا چاہتا۔ میں تُم سے صرف یہ پُوچھتا ہُوں تُم نے کیا کبھی یہ سوچا ہے کہ میں کتنی توہین آمیز اور ذلت آمیز زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتا جا رہا ہوں۔ تم چاہتی ہو کہ میں

تمہارے اُس گھر میں رہُوں اور ندامت محسُوس نہ کروں۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں نہیں رو رہا۔ میری محبّت رو رہی ہے۔ کراہ رہی ہے۔ سسک رہی ہے!"

اُس نے میری بات کاٹتے ہُوئے کہا ــــــ "اِس طعن و ملامت کا کیا فائدہ۔ اِس طرح تو تُم میرا دِل توڑ دو گے ــــــ میں جانتی ہُوں کہ تُم کیوں پریشان ہو ــــــ میرا تو خیال تھا کہ ہم نے جو سازِش تیار کی ہے اُسے تُم منظور کر دو گے ــــــ ذرا صبر سے کام لو۔ دَولت کا نُقصان پُورا ہو جائے گا ــــــ مسٹر جی نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ آج وہ موتیوں کا ایک خُوبصُورت ہار اور دُوسرے زیورات میرے لئے لائیں گے۔ دو ہزار فرانک وہ مجھے دے چکے ہیں لیکن آج رات کو وہ میرا سالانہ الاؤنس بھی لائیں گے۔ یہ چیزیں آجانے دو بس پھر میں اُڑ کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

مینن کے اِس فیصلے پر مجھے بہت مسرّت ہُوئی۔ اِس کا صاف مطلب یہ تھا کہ میرا وِقار قائم رہے گا۔

قدرت نے مجھے تباہ ہونے سے بچا لیا تھا۔ مَیں نے پیار سے مینن کا ہاتھ چُوم لیا۔ مینن کے بھائی کو سازِش سے آگاہ کر دیا گیا۔ پہلے تو اُس نے اِنکار کیا لیکن جب اُس سے وعدہ کیا گیا کہ پانچ ہزار فرانک اُسے بھی دیئے جائیں گے تو وہ راضی ہو گیا۔ منصُوبہ پر دوبارہ غور ہوا۔ فیصلہ کیا گیا آج رات کو کھانے پر میں اور مینن کا بھائی بھی موجُود ہوں گے۔ ایسا کرنے کے دو مقصد تھے۔ پہلا تو یہ کہ بُوڑھے کو اُلّو بنایا جائے گا کہ میں مینن کا بھائی ہوں۔ دوسرے یہ کہ بُوڑھا عاشِق مینن کے ساتھ تنہا نہ ہونے پائے گا۔

شام کو کھانے پر بُوڑھے عاشِق مسٹر جی نے مینن کو نیکلیس اور چند زیورات

بطور تحفہ پیش کئے۔ اِس کے بعد اُس نے چوبیس ہزار طلائی فرانک پیش کئے۔ یہ سالانہ الاؤنس کی نصف رقم تھی۔ یہ تحفے پیش کرتے ہُوئے اُس نے مینن کے ہاتھ پر بار بار بوسہ دیا۔ جس وقت مینن نے زیورات اور رُوپیہ بہت حفاظت سے ایک صندوقچی میں بند کر دیا۔ تو مینن مجھے ہاتھ سے پکڑ کر کھانے کی میز تک لے گئی۔ میں ابھی تک خواب گاہ میں کھڑا ہو کر یہ ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ میز کے قریب پہنچ کر مینن نے مجھے حکم دیا کہ میں جھک کر آداب بجالاؤں ——— اِتنے میں مینن کا بھائی بولا ——— "حضور ——— یہ ایک ناتجربہ کار دیہاتی نوجوان ہے ——— آدابِ محفل کا اِسے علم نہیں ہے۔ پیرس کی زندگی اور تہذیب و سلیقہ سے بھی ناآشنا ہے" اور پھر مجھ سے مخاطب ہُوا ——— "تمہیں اِن سے ملنے کا اکثر موقع ملے گا۔ اب یہ تُم پر ہے کہ تُم اِن سے کتنا فائدہ اُٹھا سکتے ہو" بوڑھے عاشق نے میرے کندھے پر تھپکی دی اور کہا ——— پیرس میں ہوشیاری سے رہنا۔ بُری عادتوں میں نہ پڑ جانا۔!"

مینن کے بھائی نے بڑھاوا دیتے ہُوئے کہا ——— "حضور یہ تو اِتنا نیک ہے کہ پادری بننا چاہتا ہے۔ ہر وقت کاغذ پر کلیساؤں کی تصویریں بناتا رہتا ہے ——— مجھے تو اِس میں بہت سی مینن کی باتیں نظر آتی ہیں"

میں نے جواب دیا ——— "حضور مجھے اپنی بہن سے بہت محبت ہے ———!"

بوڑھا عاشق مینن کے بھائی سے مخاطب ہوا ——— "مجھے افسوس ہے کہ اِس نوجوان نے ابھی دُنیا نہیں دیکھی ———!"

کھانے کے دوران ایسی ہی باتیں ہوتی رہیں۔ مینن کا موڈ اُس وقت نہایت ہی شگفتہ تھا۔ وہ خوب چہک رہی تھی۔ میں نے بوڑھے عاشق کو تنگ کرنے کے لئے ایک

کہانی چھیڑ دی۔ یہ کہانی اُس جیسے ایک بُوڑھے شخص کے متعلق تھی لیکن وہ بُوڑھا عاشق منین کو دیکھنے میں کچھ اِتنا محو تھا کہ وہ اُس کہانی کے مفہُوم کو سمجھ نہ سکا۔ جس وقت میں یہ کہانی بیان کر رہا تھا منین اور اُس کا بھائی دونوں دِل ہی دِل میں کانپ رہے تھے کہ اگر بُوڑھے نے اِس کہانی کا مطلب سمجھ لیا تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔

آخرکار سونے کا وقت آ گیا۔ ہم سب مِل کر بوڑھے عاشق کو اُس کی خوابگاہ تک چھوڑنے گئے۔ اُسے خوابگاہ میں بند کر کے میں اور منین کا بھائی نیچے کی طرف دوڑے۔ اِتنے میں منین بھی ہم سے آ مِلی۔ چشمِ زدن میں ہم سڑک پر آ گئے۔

جیل

مجھے اِس بات کا غم نہیں تھا کہ ہم نے فریب کاری سے کام لیا ہے۔ قمار بازی نے مجھے مکر و فریب سے اتنا متنفر نہیں رہنے دیا تھا۔ اِس جعلسازی کی ہمیں بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔

مسٹر جی کو فوراً اِس بات کا پتہ چل گیا کہ اِس سے دھوکا ہوا ہے۔ مجھے یہ خبر نہیں کہ اُس نے اُس رات کو ہمارے خلاف کوئی کارروائی کی یا بعد میں۔ مجھے تو یہ معلوم ہے کہ مسٹر جی کوئی بہت بارسوخ رئیس تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ پیرس ایک وسیع و بیکراں شہر ہے۔ پیرس میں کسی کو فوراً ڈھونڈ نکالنا آسان نہیں۔ لیکن ہمارا یہ خیال غلط ثابت ہُوا۔ بہت جلد پولیس کو ہمارا پتہ چل گیا۔ پولیس کو نہ صرف ہمارا پتہ معلوم تھا بلکہ پولیس یہ بھی جانتی تھی کہ مَیں کس قماش کی عورت ہے۔ مسٹر بی سے اُس کے کیا تعلّقات تھے۔

ہم ابھی بستر ہی میں لیٹے ہوئے تھے کہ پولیس آپہنچی۔ اُنھوں نے ہمیں جھنجوڑ کر بستروں سے نکالا اور سب سے پہلا کام یہ کیا کہ زیورات اور نقدی پر قبضہ کر لیا۔ مینن کو دھکے دیکر ایک گاڑی میں پھینک دیا گیا۔ دُوسری گاڑی میں مجھے سوار کیا گیا۔ مجھے سینٹ لازارے لے جایا گیا۔

میری محبوبہ کو ایک ایسے ادارے میں قید رکھا گیا جس کا نام لیتے ہوئے رُونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک حسین ترین عورت کا کتنا ہولناک انجام ہُوا تھا۔! اگر سب مرد میری طرح آنکھیں اور دل رکھتے تو مینن کو یقیناً ایک بیش قیمت تخت پر بٹھایا جاتا۔ اُسے ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں ڈال دیا گیا۔ اُس کے ساتھ نہایت ہی بُرا سلوک کیا جاتا۔ اُس سے نہایت ہی ذلت آمیز کام لئے جاتے۔ اِن تمام باتوں کا مجھے بعد میں علم ہوا۔

وہ مجھے سینٹ لازارے لے گئے۔ میں نے اُس جگہ کی شہرت سُن رکھی تھی۔ لوگ اُس جگہ کا نام سُنتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔ جس وقت مجھے معلُوم ہوا کہ میں سینٹ لازارے میں ہُوں تو میرا رُواں رُواں کانپ اُٹھا۔ میں نے دُعا مانگی کہ مجھے موت آجائے —— اتنے میں ایک بُوڑھا پادری آیا۔ میں نے اُس کے پاؤں پکڑ لئے اور کہا —— "مقدس باپ! مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش نہ کرنا ——!"

"نہیں میرے بیٹے ایسی کوئی بات نہ ہوگی ——" بُوڑھے پادری نے کہا اور پھر مجھے ہاتھ کے اشارے سے پیچھے پیچھے آنے کا حکم دیا گیا۔ پولیس کانسٹیبل مجھے دروازے تک چھوڑ کر واپس جا چکے تھے۔

دُوسری منزل پر پہنچکر میں نے بُوڑھے پادری سے کہا "مقدس باپ!

——— میں تمہارا قیدی ہُوں ——کہو اب کیا حکم ہے ؟"

بُوڑھے پادری نے سر سے پاؤں تک میرا جائزہ لیا اور بولا —"تم مجھے ایک معقول آدمی نظر آتے ہو ——میرا یہ فرض ہے کہ تمہیں نیکی کے راستے پر لگاؤں ——میں چاہتا ہوں کہ تم میری نصیحت غور سے سُنو اور اِس پر عمل کرو ——اگر تم نے میری نصیحت پر عمل کیا تو یہ قید لُطف انگیز ہو جائے گی !"

"لُطف انگیز ———" میں نے کہا ———" شاید تمہیں معلوم نہیں کہ ایک ہی چیز میرے لئے لُطف انگیز ہے !"

میں جانتا ہُوں ———" بُوڑھا پادری بولا ———" لیکن جلد ہی تم اپنا رُجحان بدلنے میں کامیاب ہو جاؤ گے ——!"

بُوڑھے پادری کی باتوں سے میں یہ جان گیا کہ اُسے میری زندگی کا سارا قِصّہ معلوم ہے۔ جب میں نے اُس کے متعلق اُس سے سوال کیا تو اُس نے اثبات میں جواب دیا اور بتایا کہ پولیس نے سارے واقعات سے اُسے آگاہ کر دیا تھا۔

یہ جان کر مجھے بہت صدمہ ہوا۔ میں نے اپنے خاندان کو بدنام کیا تھا۔ میں ڈھاڑیں مار مار کر رویا۔ ایک ہفتہ تک میری بُری حالت رہی۔ میں اپنے غم واندوہ میں مین کو بھی بھُول گیا۔ اُس وقت ندامت اور ذِلّت کا اِحساس میرے دِل پر غلبہ پا چکا تھا۔

بہت کم لوگوں کو کرب و اضطراب کی قوّت کا تجربہ ہوتا ہے۔ لوگ صِرف اِنھیں جذبوں سے آشنا ہوتے ہیں۔ محبّت، نفرت، مسرت اور غم ——اِن کے علاوہ وہ کچھ بھی محسُوس نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ شرمندگی اور ندامت کا اِحساس اُن پر مظالِم ڈھاتا ہے۔ بالکل یہی حالت میری تھی۔

میرا غم واندوہ اِتنا شدید تھا کہ بُوڑھے پادری کو مجھ پر بہت رحم آیا۔ وہ مجھ سے بہت نرم سلوک کرنے لگا۔ وہ دن میں دو تین مرتبہ مجھ سے ملنے آتا۔ بعض اوقات وہ مجھے باغ میں ٹہلنے کی غرض سے لے جاتا۔ سیر کے دَوران وہ پند و نصائح کا دفتر کھول دیتا۔ میں ہمہ تن گوش اُس کی باتیں سُنتا۔ اُس کا شکریہ ادا کرتا۔ بُوڑھے پادری کو یقین ہونے لگا کہ میں بدل رہا ہُوں ——— بُوڑھا پادری بعض اوقات یہاں تک کہہ دیتا ——— "آج بھی مجھے اعتبار نہیں ہوتا کہ تم سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے۔ تم میری نصیحت بہت غور سے سُنتے ہو۔ تمھیں اپنے کئے پر افسوس بھی ہو رہا ہے ——— تُم واقعی پشیمان ہو ——— خدا تمھیں ضرور معاف کر دے گا ———!"

بُوڑھے پادری کو یُوں اپنی طرف مائل پا کر میں نے بناوٹ سے کام لیا۔ میں دِن رات مذہبی کتابوں کے مطالعہ میں مصروف رہنے لگا۔ پڑھنے میں جی نہ لگتا تو مینن کے بارے میں سوچتا۔ مینن کی جُدائی جان لیوا ثابت ہوتی تو پھر پڑھنے بیٹھ جاتا۔ مجھے یہ خیال ستاتا رہا کہ مسٹر جی نے مجھے اپنے راستہ سے ہٹانے کے لئے یہ سارا ناٹک رچا ہے ——— اِس وقت مینن اُس کی آغوش میں ہوگی ——— اُس نے مجھے اِس اِصلاحی جیل میں بھجوا دیا ہے اور خود مینن کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا ہے۔ اِس اُدھیڑ بُن میں جیل کی بے کیف راتیں اور افسردہ دِن گذرتے رہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ میں اپنی بناوٹ اور ریاکاری سے کام لے کر بوڑھے پادری کے دِل پر فتح پا لُوں گا۔ میں نے بُوڑھے پادری کو خُوش کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ بُوڑھا پادری اب مجھے قدر کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔

ایک روز میں نے جرأت سے کام لیتے ہوئے پوچھا "کیا میری آزادی کا انحصار تم پر ہے ؟"۔ بوڑھے پادری نے انکشاف کیا کہ اُس کے اختیارات اتنے وسیع نہیں ہیں۔ بوڑھے پادری نے کہا — "اگر میں اچھی رپورٹ دیدوں تو مسٹر جی جن کی درخواست پر تمہیں یہاں لایا گیا ہے، تمہیں آزاد کرا سکتے ہیں۔"

میں نے التجا کی — "یہ جو دو مہینے میں نے یہاں گذارے ہیں، کیا میری سزا کے لئے کافی نہیں ہیں۔!" اس کے بعد میں نے بوڑھے پادری کی منت سماجت کی کہ وہ مسٹر جی سے میری سفارش کریں۔

دو روز کے بعد بوڑھے پادری نے مجھے بتایا کہ مسٹر جی اتنے متاثر ہوئے ہیں کہ وہ نہ صرف تمہیں آزاد کرانے کے لئے تیار ہیں بلکہ وہ تم سے ملنے بھی آئیں گے۔

یہ خبر سن کر میں بہت خوش ہُوا — میں سمجھ رہا تھا مسٹر جی کی آمد میری آزادی کا پیش خیمہ ہے۔

چند روز کے بعد مسٹر جی مجھ سے ملنے آئے آج وہ مجھے زیادہ پُر وقار نظر آئے۔ آج وہ اتنے بیوقوف نظر نہیں آ رہے تھے جتنے کہ میین کے گھر میں وہ مجھے دکھائی دیئے تھے اُنھوں نے سب سے پہلے اپنی آوارگی اور اوباشی کا جواز پیش کیا اور کہا کہ انسان کو اپنی بعض فطری ضرورتوں کو پُوری کرنے کیلئے کچھ ناپسندیدہ باتیں بھی کرنی پڑتی ہیں مگر دھوکہ دہی اور فریب کاری کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔ فریب کار اور جعلساز کو سزا ملنی ہی چاہیئے۔ پھر اُنہوں نے بہت ہی نرمی سے کہا — "مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ تم اپنے کئے پر پشیمان ہو۔ تمہیں متاسف ہونا بھی چاہیئے۔ تم کاغذ پر کلیساؤں کی تصویریں بنانے کے بہت شائق ہو۔ میرا خیال ہے کہ "ہوپی ٹل" میں میین بھی اس وقت کاغذ پر کلیساؤں کی تصویریں

بنا رہی ہو گی ــــــ"

اُس کے اِس طنز پر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ لیکن میں نے اپنے غُصّہ کو دبائے رکھا۔ اُس نے سِلسلۂ کلام جاری رکھتے ہُوئے کہا "مبین گذشتہ دو ماہ سے "ہوپی ٹل" کے قید خانے میں ہے۔ وہاں اُس کی عقل درست ہو جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ اُس نے "ہوپی ٹل" میں اُتنا ہی فائدہ اُٹھایا ہے جِتنا کہ تُم نے سینٹ لانزارے میں!"

اگر اُس وقت میں مَوت کے مُنہ میں ہوتا جب بھی یہ خبر سُن کر میں خاموش نہ رہتا۔ میں یہ الفاظ سُنتے ہی اُس پر ٹُوٹ پڑا۔ میں نے اُسے فرش پر گرا دیا اور اُس کی گردن اپنے ہاتھوں سے دبوچ لی۔ میں نے اُسے گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا ہوتا اگر جیل کا داروغہ اُس کی چیخیں سُن کر وہاں نہ آگیا ہوتا۔ کچھ راہب بھی وہاں دَوڑتے ہُوئے پہنچ گئے۔ اُنھوں نے اُسے میری خوفناک گرفت سے آزاد کرایا "اوہ میرے خُدا ــــــ میں اِس توہین کو کیوں کر برداشت کر سکتا ہُوں ــــــ" میرے دِل میں غُصّہ کی ایک اور لہر اُٹھی۔ میں پھر اُس دَرِندے پر جھپٹا۔ مجھے روک لیا گیا۔ میں اُونچی آواز میں رونے لگا۔ میری حالت اُس وَقت کچھ ایسی تھی کہ دُوسرے لوگ مجھے پاگل سمجھنے لگے۔ مسٹر جی اپنے کپڑے جھاڑتا ہوا اُٹھا اور اُس نے جیل کے داروغہ کو یہ ہدایت کر دی کہ میری کڑی نگرانی کی جائے۔ بڑے پادری نے مسٹر جی کا حُکم ماننے سے اِنکار کرتے ہُوئے کہا ــــــ

"حضُور ــــــ ہم ایک پادری کے ساتھ اِتنی سختی نہیں کر سکتے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ اِس نیک آدمی نے تُم پر حملہ کیا ہو۔ آپ نے اِسے ضرور کوئی اِشتعال دلایا ہوگا۔

بُوڑھے پادری کے اِس جواب پر مسٹر جی اور بھی برہم ہُوئے ــــــ وہ بوڑھے پادری کو تباہ کر دینے کی دھمکی دیتے ہُوئے وہاں سے چلے گئے۔

بُوڑھے پادری نے اپنے راہبوں کو حکم دیا کہ وہ مسٹر جی کو وہاں سے نکال باہر کریں۔ جس وقت میں اور بُوڑھا پادری تنہا رہ گئے تو بُوڑھے پادری نے مجھے اِس مُلاقات کا سارا قصہ سُنانے کا حُکم دیا ــــــ "مقدّس باپ ــــ کاش تُم یہاں موجود ہوتے ــــ" میں نے روتے ہُوئے ساری داستاں سُنا دی ــــ میں نے بُوڑھے پادری سے کوئی بات نہ چھپائی یمین کے ساتھ اپنی محبت ــــــ اپنی خوشحالی۔ اپنی تباہی اور پھر مسٹر جی کے ساتھ مین کی مُلاقات کا ذِکر کیا ــــ "مُقدّس باپ!" مسٹر جی نے محض اپنے گناہوں کو چھپانے کے لئے ہم سے بدلہ لیا ہے۔ میں جس عورت سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔ جسے میں اپنی زندگی سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں اُسے اِس شخص نے "ہوپی ٹل" بھجوا دیا ہے اور پھر اُس کا ظُلم مُلاحظہ ہو ــــ وہ یہ خبر سُنانے کے لئے کہ میری محبُوبہ "ہوپی ٹل" میں ہے، یہاں تک چل کر آیا ــــ میری محبُوبہ کو ایک بیسوا سمجھ کر "ہوپی ٹل" میں پھینک دیا گیا ہے ــــــ اوہ میرے خدا!"

بُوڑھا پادری میری یہ بات سُن کر بہت حیران ہُوا۔ اُس کا خیال تھا کہ میں ایک آوارہ نوجوان ہُوں ــــ مسٹر جی نے میرے خاندان کا ہمدرد ہونے کی حیثیت سے مجھے یہاں اِصلاح کے لئے بھجوایا ہے۔ بُوڑھے پادری نے مجھ سے پُوچھا کہ میں نے اِس واقعہ کی اِطلاع اپنے کُنبے کو ابھی تک کیوں نہیں دی ــــ؟ میں نے کمالِ صفائی سے اُس کے اِس سوال کا جواب دیا۔ میں نے کہا میں ڈرتا رہا ہوں کہ میرے والد پر میری اِس گراوٹ سے غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا ــــ میری باتیں سُن کر بُوڑھے پادری کا رویہ بہت بدل گیا۔ اُس نے وعدہ کیا کہ وہ فوراً لیفٹینینٹ جنرل کے پاس جائے گا تاکہ مسٹر جی کوئی بُرا قدم نہ اُٹھا سکے۔ مسٹر جی بہت ناراض ہو کر گئے تھے۔ اُن کا

اثر و رسوخ بہت تھا۔ وہ خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔

میں بوڑھے پادری کی واپسی کا منتظر رہا۔ اُس وقت میں ایک ایسا مجرم تھا جسے موت کی سزا کا حکم سنایا جانے والا ہو ـــــ یہ سوچ کر میرے دل پر چھریاں چل رہی تھیں کہ میلن "ہوپی ٹل" میں ہے۔ اُس کی توہین تو ہوئی تھی لیکن یہ خیال اور بھی اذیت ناک تھا کہ اُس کے ساتھ وہاں نہایت بُرا سلوک ہو رہا ہے۔ بوڑھا پادری ابھی واپس نہیں آیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا اگر لیفٹیننٹ جنرل پولیس نے میری رہائی سے انکار کر دیا۔ تو پھر مجھے کیا کرنا ہوگا ـــــ میں نے فرار کی تجاویز پر غور کیا۔ بہت سے دوستوں کے نام میرے ذہن میں آئے ـــــ انہیں یہ خبر کیوں کر پہنچاؤں کہ میں سینٹ لازارے میں ہوں ـــــ آخر میں مجھے ایک ایسی تجویز سوجھی جو یقیناً کامیاب ہو سکتی تھی۔

بوڑھا پادری لوٹ آیا۔ اُس کے چہرے سے آثار بتا رہے تھے کہ وہ کوئی خوشخبری لے کر واپس نہیں آیا ـــــ "میں نے لیفٹیننٹ جنرل پولیس سے بات کی ہے۔ مگر میں دیر سے پہنچا ـــــ مسٹر جی مجھ سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے ـــــ" بوڑھے پادری نے اپنے ناکام دورہ کا افسانہ سناتے ہوئے کہا ـــــ "وہ تمہاری کڑی نگرانی کا حکم ارسال ہی کرنے والا تھا کہ میں پہنچ گیا۔ میں نے تمام واقعہ اُسے بتایا تو پولیس افسر کا دل پسیج گیا ـــــ اُس نے حکم دیا ہے کہ تمہیں یہاں چھ مہینے تک رکھا جائے۔ اس میں تمہارا فائدہ بھی ہے ـــــ یہاں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اس نے یہ حکم بھی دیا ہے کہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں یہاں شکایت کا موقع نہیں ملے گا ـــــ"

میں نے اس انکشاف پر تحمل سے کام لیا۔ میں اپنی آزادی کے لئے بے قراری کا

اِظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اِس لئے کہ اِس طرح فرار کا جو منصوبہ میں نے سوچا تھا وہ خاک میں مِل سکتا تھا۔ میں نے بُوڑھے پادری سے اِلتجا کی ——— "مُقدّس باپ! اَب مجھے یہاں کافی مُدّت تک رہنا ہے اِس لئے مجھ پر ایک کرم اور کرو ——— میرے ایک دوست کو جو سینٹ سپلس میں پادری ہے یہ اِطلاع پہنچا دو کہ میں یہاں سینٹ لازارے میں ہُوں۔ اور مُقدّس باپ! اِس بات کی اجازت دے دو کہ وہ کبھی کبھی یہاں مجھ سے ملنے آیا کرے ———"

بُوڑھے پادری نے مجھے یہ اِجازت بخوشی دے دی۔ مجھے طبرجے کا خیال اِس لئے نہیں آیا تھا کہ وہ میری رہائی میں میری مدد کرے گا میں تو اُسے اپنی رہائی کے لئے بالواسطہ طور پر اِستعمال کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اپنی رہائی کے لئے یہ منصوبہ تیار کیا تھا۔ میں مینن کے بھائی کو خط لکھوں گا کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد سے مجھے رہا کرائے۔ یہ خط لکھ کر دوست طبرجے کو دُوں گا۔ طبرجے مینن کے بھائی کو اچھی طرح جانتا ہے اِس لئے لفافہ پر مینن کے بھائی کا نام نہ ہوگا مینن کے بھائی کا خط ایک اور لفافہ میں ہوگا۔ جس پر ایک شریف آدمی کا پتہ درج ہوگا۔ اُس شریف آدمی کو ہدایت کی جائے گی کہ لفافہ کے اندر جو لفافہ ہو اُسے مطلوبہ پتہ پر بھیج دیا جائے۔ میں مینن کے بھائی کو خط میں ہدایت کر دی کہ وہ بھیس بدل کر سینٹ لازارے آئے۔

بُوڑھے پادری نے میرے دوست طبرجے کو یہ خبر کر دی کہ میں سینٹ لازارے میں ہوں ——— طبرجے کو پہلے ہی سے خبر تھی کہ میں یہاں پہنچا دیا گیا ہُوں اُسے میری اِس ذلت پر رنج نہیں ہُوا تھا اِس لئے کہ اُس کا خیال تھا کہ شاید اِس واقع سے میری اِصلاح ہو جائے۔ جب بُوڑھے پادری نے اُس سے جا کر یہ کہا

کہ میں اُس سے ملنا چاہتا ہُوں تو وہ دوڑتا ہُوا آیا۔

ہم دیر تک باتیں کرتے رہے۔ میں نے فرار کے منصوبہ کے سوا اُس سے اور کوئی بات نہ چھپائی۔ میں نے اُس سے کہا ——— "میرے دوست! میں تمہارے سامنے اُسی طرح نظر آنا چاہتا ہُوں جیسا کہ میں ہُوں ——— اگر تم یہ سمجھ کر یہاں آئے ہو کہ میری اصلاح ہو چکی ہے تو تم غلطی پر ہو۔ میں مبین کو ابھی تک نہیں بھول سکا۔ مبین کے قریب رہ کر ہی مجھے مسرت نصیب ہو سکتی ہے ———"

اُس نے برہم ہوتے ہُوئے کہا ——— "دنیا میں بعض گناہگار ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے گناہوں کو ثواب بنا کر پیش کرتے ہیں۔ تم جان بُوجھ کر مصیبت میں مبتلا رہنا چاہتے ہو ———"

"نہیں میں مسرت کے لئے لڑ رہا ہُوں طبر جے ——— !"

میں آخر میں ایک بار پھر اپنے دوست کی ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ میں نے جو بُرے کام کئے ہیں وہ کردار کی کمزوری کی وجہ سے نہیں کئے ——— وہ میری امداد کے لئے ایک بار پھر آمادہ ہو گیا۔ میں نے بہت احتیاط سے کام لیا اور اُسے قطعاً یہ شک نہ ہونے دیا کہ میں وہاں سے فرار ہونا چاہتا ہُوں۔ جب وہ جانے لگا تو میں نے اُسے ایک خط دیا کہ وہ اِس خط کو اُس کے مطلوبہ پتہ پر پہنچا دے ——— اُس نے خط لے لیا ——— اور اُسی روز وہ خط مبین کے بھائی کو مل گیا۔

محمد اسلم — محمودہ جبین

Mahmooda — Aslam

فرار

دُوسرے دِن مینن کا بھائی سینٹ لازارے پہنچ گیا۔ پھاٹک پر اُس نے یہ بتایا کہ وہ میرا بھائی ہے ——— اپنے کمرے میں اُسے اپنے سامنے پا کر میں بہت خوش ہُوا۔ میں نے فوراً دروازہ بند کر دیا اور اُس سے کہا ——— "ہمیں ایک لمحہ کے لئے دیر نہیں کرنی چاہیئے ۔ سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ مینن کس حال میں ہے ———؟"

اُس نے مجھے بتایا کہ اُسے ہماری گرفتاری کی خبر ہی نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں اُسے ہمارے انجام کا علم ہُوا۔ وہ دو تین بار اپنی بہن سے ملنے "ہوپی تل" بھی گیا لیکن کسی نے اُسے مینن سے ملنے کی اجازت نہیں دی۔

"یہ تمہاری رہائی کا سوال ہے ——— مینن کا بھائی بولا ——— "یہ کام

اِتنا آسان نہیں جتنا تُم سمجھ رہے ہو۔ میں اور میرے دوست کل شام کو اس عمارت کا جائزہ لیتے رہے ہیں۔ یہاں سے نِکلنا بہت دُشوار ہے۔ تمہارا یہ کمرہ اِتنی بلندی پر واقع ہے کہ سیڑھی بھی اِس تک نہیں پہنچ سکتی!"

میں ابھی تک مایُوس نہیں ہوا تھا۔ میں نے کہا —— "کچھ بھی ہو —— ہمیں فرار کا راستہ ڈھونڈنا ہی پڑے گا۔ اب میرے دروازہ کو کوئی بند بھی نہیں کرتا مجھے نیچے جا کر باغ میں گھومنے کی بھی اِجازت ہے ——" دفعتاً مجھے ایک خیال سُوجھا

"—— میرے دوست کیا تم کہیں سے میرے لئے پستول لا سکتے ہو ——؟"

"کیوں؟ کیا کسی کو قتل کرنا چاہتے ہو؟" مبین کے بھائی نے پُوچھا۔

"نہیں —— یہ بھی ضروری نہیں کہ پستول گولیوں سے بھرا ہوا ہو —— بس پستول ہو —— مجھے ایک پستول لا دو ——!"

"بہت اچھا کل تمہیں پستول مِل جائے گا ——"

"ایک بات اور —— میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے دو تین دوستوں کے ساتھ کل رات کو گیارہ بجے فصیل کے باہر میرا انتظار کرو ——!"

"دیکھنا کہیں ہمیں بھی قانُون کے شکنجے میں نہ پھنسا دینا ——" مبین کے بھائی نے اپنا اندیشہ ظاہر کیا۔

"گھبراؤ نہیں —— میں نے جو تجویز سوچی ہے وہ بالکل بے ضرر ہے ——"

میں نے اُسے ہدایت کی کہ وہ زیادہ دیر تک وہاں نہ ٹھہرے۔ ایسا کرنے سے شک ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ وہ نہایت اچھا لباس پہن کر آیا تھا اِس لئے کسی کو اُس پر کسی قِسم کا شک نہ ہُوا۔

دُوسرے دن پستول مجھے مِل گیا ـــــ میں نے فرار کی جو تجویز سوچی تھی اُس کے لئے بے پناہ ہمّت کی ضرورت تھی۔ محبّت میں آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ وہ بڑے سے بڑا کام کر گذرتا ہے۔ رات کو نو بجے جب پہریدار گشت لگا کر چلا گیا تو میں نے اپنی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تمام تفصیلات پر غور کرنا شروع کر دیا۔ مجھے اپنے کمرے سے نکل کر ڈیوڑھی تک جانا تھا۔ اُس ڈیوڑھی کا دروازہ بند رہتا تھا۔ اُس کے دروازے کے تالے کی چابیاں حاصل کرنا ہی سب سے دُشوار کام تھا۔ یہ چابیاں بُوڑھے پادری کے پاس رہتی تھیں۔ پستول میں نے اِس لئے منگوایا تھا کہ بُوڑھے پادری کو اُس سے ڈرا دھمکا کر چابیاں حاصل کی جائیں۔

رات کے دس بجے میں نے بُوڑھے پادری کے دروازہ پر ہلکی سی دستک دی۔ دُوسری دستک پر اُس نے دروازہ کھول دیا۔ اُسے یہ خیال گذرا کہ کوئی راہب بیمار ہے اور اُسے مدد کی ضرورت ہے۔ اُس نے جب دروازہ میں مجھے کھڑا پایا تو حیران رہ گیا۔ ”اوہ! تم ہو ـــــ؟ میرے بیٹے! تم یہاں کیا لینے آئے ہو ـــــ؟“

میں تیزی سے قدم اُٹھاتا ہُوا کمرے میں داخل ہُوا۔ دروازہ بند کر لیا اور بُوڑھے پادری سے کہا ـــــ ”مُقدّس باپ! میں سینٹ لازارے میں نہیں رہ سکتا۔ تم اگر میری مدد کرنا چاہتے ہو تو ڈیوڑھی کا دروازہ کھول دو یا پھر چابیاں مجھے دیدو تاکہ میں خود وہ دروازہ کھول سکوں۔“

وہ حیرت سے میرے سراپا کا جائزہ لیتا رہا۔

میں نے پھر اُس سے اِلتجا کی "مُقدّس باپ —— تُم نے مجھ سے بہت اَچھا سلُوک کیا ہے —— مَیں آج یہاں سے چلا جانا چاہتا ہُوں —— مجھے کوئی نہیں روک سکتا ——" میں نے اُس خطرہ کو محسُوس کرتے ہُوئے کہ وہ چیخ کر کسی کو اپنی مدد کے لئے نہ بُلوا لے اپنا پستول نِکال لیا۔

"آہ! تمہارے ہاتھ میں پستول ہے ——؟ کیا تُم میری مہربانی کا صِلہ میری جان لے کر دینا چاہتے ہو ——؟"

"نہیں میں آزادی حاصِل کرنا چاہتا ہُوں! اگر تُم میرے راستہ کی رُکاوٹ بنو گے تو پھر ......"

بُوڑھے پادری کا چہرہ زرد پڑ گیا —— "میں نے تمہارا کیا بِگاڑا ہے کہ تم میری جان کے دُشمن ہو گئے ——!"

"میں تمہیں ہلاک کرنے کا کوئی اِرادہ نہیں رکھتا —— صرف دروازہ کھول دو مجھے چابیاں دیدو ——!" دفعتاً مجھے چابیاں میز پر پڑی ہوئی نظر آئیں۔ میں نے چابیاں اُٹھا لیں اور بُوڑھے پادری کو اپنے پیچھے آنے کا اِشارہ کیا۔

بُوڑھے پادری کو میرے اِرادے کے آگے سر جُھکانا پڑا۔ جب بھی وہ ڈیوڑھی کا کوئی دروازہ کھولتا تو سرد آہ بھر کے کہتا —— "میرے بیٹے —— اعتبار نہیں آتا کہ تم ایسا قدم بھی اُٹھاؤ گے ——"

میں ہر بار اُسے ہِدایت کرتا "مُقدّس باپ۔ زیادہ شور نہ کرو!"

اِس طرح ہم آخری دروازہ تک پہنچ گئے۔ میں آزادی کے خواب دیکھنے

لگا۔ میرے ایک ہاتھ میں موم بتی تھی اور دوسرے ہاتھ میں پستول! بوڑھا پادری کُنڈی کھولنے میں مصروف تھا۔ کُنڈی کھلنے کی آواز سُن کر پاس کی ایک کوٹھڑی سے ایک نوکر برآمد ہوا۔ بوڑھے پادری نے سمجھا، وہ شخص مجھے اپنے ارادے سے باز رکھ سکتا ہے۔ بوڑھے پادری نے اُسے اپنی مدد کے لئے پکارا۔ وہ ایک بلند قامت شخص تھا۔ بوڑھے پادری کا حکم پاکر میری طرف لپکا۔ میں نے انجام و مآل کی طرف سے آنکھیں بند کر کے پستول کی لبلبی دبا دی۔ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ "مُقدّس باپ! یہ گناہ تم نے مجھ سے کروایا ہے۔" میں نے کہا۔ دروازہ کھل چکا تھا۔ میں نے باہر نکل کر کھلی فضا میں سانس لی۔ مینن کا بھائی اپنے ساتھیوں کے ساتھ میرا منتظر تھا۔

"میں نے ابھی گولی چلنے کی آواز سنی تھی۔" مینن کا بھائی بولا۔

"ہاں۔ تم میرے لئے بھرا ہوا پستول کیوں لائے۔" اس کے باوجود میں نے اُس کا شکریہ ادا کیا کہ وہ بھرا ہوا پستول لایا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو میں سینٹ لازارے سے ہرگز ہرگز باہر نہ نکل سکتا۔ ہم نے رات ایک شراب خانہ میں بسر کی۔ مجھے کچھ لطف نہیں آرہا تھا۔ یہ خیال مسلسل میرے ذہن پر چھایا رہا کہ مینن کو آزاد ہونا چاہیئے، میں نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا۔ "دوستو! میں نے اپنے لئے یہ آزادی حاصل نہیں کی۔ میں مینن کو آزاد کرانا چاہتا ہوں۔ میری مدد کرو! میں اس کام کے لئے اپنی جان تک دینے کو تیار ہوں!"

مینن کا بھائی بہت ذہین تھا۔ "سُنو! تمہیں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے کہ سینٹ لازارے سے زیادہ تکلیف دہ جگہ تمہیں بھیج دیا جائے۔ میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ کچھ دنوں تک تم چھپ کر اندر بیٹھے رہو۔

جب دُشمن ٹھنڈے پڑ جائیں تو پھر میدان میں نکلو ــــــ"

دُوسرے دِن اُس نے مجھے اپنے گھر میں بند کر دیا۔ میں وقت گذارنے کے لئے مینن کی آزادی کے ذرائع پر غور کرتا رہا۔ ایک بات کا مجھے یقین تھا کہ مینن جہاں قید تھی وہ جیل خانہ میرے جیل خانہ سے زیادہ دُشوار گذار تھا۔ تشدّد یا طاقت سے مینن کو رہا کرانا غیر ممکن تھا۔ مینن کی رہائی کے لئے چالاکی اور دھوکے سے کام لینا ہوگا۔

اِسی اُدھیڑ بُن میں رات ہو گئی۔ تاریکی میں میرا باہر نکلنا خطرناک نہیں تھا میں نے مینن کے بھائی کو اپنے ساتھ لیا اور "ہوپی ٹل" جا پہنچے۔ ہم "ہوپی ٹل" کے ایک دربان کے ساتھ دیر تک باتیں کرتے رہے۔ آدمی سمجھدار تھا مینن کے بھائی نے اُس سے میرا یُوں تعارف کرایا تھا کہ میں ایک غیر مُلکی رئیس ہوں اور "ہوپی ٹل" کی یہ تعریف سُن کر کہ یہاں مجرموں کی اصلاح کی جاتی ہے" ہوپی ٹل" کے متعلق مزید معلُومات کرنے آیا ہوُں۔ دربان کی مُٹھی بھی گرم کر دی گئی تھی اِس لئے وہ "ہوپی ٹل" کے سبھی راز بتانے سے ہچکچا نہیں رہا تھا۔ میں نے اُس سے پُوچھا کہ "ہوپی ٹل" کے افسرانِ اعلیٰ کون ہیں اور اُن کے کتنے بچے ہیں ــــــ؟ کیا اُن افسرانِ اعلیٰ کے بچے کبھی "ہوپی ٹل" کو دیکھنے آتے ہیں یا نہیں۔؟ دربان نے بتایا کہ "ہوپی ٹل کے ایک افسر اعلیٰ مسٹر بی کا نوجوان بیٹا کئی بار یہاں آچکا ہے ــــــ یہ اِطلاع حاصل کرتے ہی ہم وہاں سے چلے آئے۔ میرا دماغ اُس وقت خیالی گھوڑے دوڑانے میں مصرُوف تھا۔ میں نے مینن کے بھائی کو مشورہ دیا ــــــ "نوجوان مسٹر بی ایک دولت مند باپ کا بیٹا ہے اِس

لئے سیر و تفریح کا اُسے ضرور چسکا ہوگا۔ عورتوں سے اُسے نفرت نہیں ہو سکتی۔ اگر میں اُسے اپنے عشق کا افسانہ سُناؤں اور اس سے اِمداد چاہوں تو کیا وہ میری مدد کرنے سے انکار کر دے گا؟"

مبین کے بھائی نے مجھ سے اتفاق کیا اور کہا۔۔۔ "ہو سکتا ہے تیر نشانے پر بیٹھے۔۔۔!"

اُمید کی کرن نظر آتے ہی میری مایوسی اور افسردگی دور ہو گئی۔

دُوسرے دِن میں نہایت اچھا لباس پہن کر ایک گھوڑا گاڑی میں نوجوان مسٹر ٹی سے ملنے گیا۔ وہ ایک اجنبی کو اپنے سامنے پا کر بہت حیران ہوا۔ میں نے جاتے ہی بے باکی سے کام لیا اور تمام ماجرا نہایت سادہ لفظوں میں بیان کر دیا۔ میں نے آخر میں کہا۔ "جناب! آپ کو میں نے اپنی دلی کیفیت سے آگاہ کر دیا ہے۔ اب میری اور میری محبوبہ کی زندگی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ ایک فراخ دِل اِنسان ہیں۔ اس لئے میں نے آپ سے۔۔۔ کچھ چھپانے کی کوشش نہیں کی۔۔۔" وہ میری بے باکی اور صاف گوئی سے متاثر ہوا۔ اُس نے بتایا کہ وہ مبین کو جانتا نہیں تھا۔ اُس نے "ہوپی ٹل" میں اُسے نہیں دیکھا تھا لیکن اب وہ اُس سے وہاں جا کر ضرور ملے گا۔ اُس نے میری مدد کرنے کا بھی وعدہ کیا۔ ہم چند ہی لمحوں میں ایک دُوسرے کے گہرے دوست بن گئے۔ ہم رُخصت کے وقت ایک دُوسرے سے بغل گیر ہوئے۔

اُس نے میری کہانی سُن کر یہ درست اندازہ لگایا تھا کہ میری حالت خستہ ہے جب میں اُس سے رُخصت ہو رہا تھا تو اُس نے اپنی جیب سے اپنا بٹوہ نکالا اور میری طرف بڑھا دیا۔۔۔ "آپ کیوں مجھے شرمندہ کرتے ہیں۔ اگر آپ کی دوستی اور

مہربانی سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو آپ کا مجھ پر یہی بہت بڑا احسان ہوگا۔ میں وقت آنے پر آپ کے لئے اپنا خون تک بہادوں گا۔!"

آئندہ ملاقات کے لئے وقت اور جگہ مقرر کی گئی۔ ہم سہ پہر کو پھر ملے۔ یہ ایک چھوٹا سا ریستوران تھا۔ وہاں تھوڑی دیر بیٹھ کر ہم سیدھے "ہوپی ٹل" پہنچے۔ جس وقت ہم "ہوپی ٹل" کے احاطوں میں سے گذر رہے تھے میرے گھٹنے کانپ رہے تھے ـــــــ اے خدا میں جس کی پرستش کرتا ہوں اُسے ایک بار پھر دیکھنے کا موقع مل رہا ہے۔ مجھے اُس تک پہنچا دے! اس کے بعد اگر مجھے موت بھی آجائے تو ذرّہ بھر ملال نہ ہوگا۔"

نوجوان مسٹری نے جیل خانے کے بہت سے حکام کے ساتھ باتیں کیں۔ آخرکار کمروں کی ایک قطار کی طرف اشارہ کیا گیا۔ انہی کمروں میں سے ایک کمرہ میں مین رہتی تھی۔ ہمارے ساتھ ایک شخص ہو لیا جس کے ہاتھ میں چابیوں کا ایک وزنی گچھا تھا۔ یہ شخص مین کی خبرگیری پر مامور تھا۔ میں نے اُس سے مین کے متعلق کئی سوالات کیے۔ وہ جیل خانہ میں کیوں کر زندگی کے دن پورے کر رہی ہے؟ اُس شخص نے مجھے بتایا کہ مین ایک فرشتہ سیرت عورت ہے۔ اُس نے کبھی کوئی کرخت بات نہیں کہی چھ ہفتوں تک وہ مسلسل روتی رہی تھی لیکن اب وہ اِس مصیبت کو بہت ہی حوصلے سے برداشت کر رہی ہے۔ وہ ایک دو گھنٹہ تک کتابوں کا مطالعہ کرتی ہے۔ سارا دن سینے پرونے میں بسر کرتی ہے۔ جس وقت ہم مین کے کمرے کے قریب پہنچے میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ میں نے نوجوان مسٹری سے کہا ـــــــ "پہلے آپ اندر جائیے اور میری آمد کی اطلاع دیجئے ـــــــ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اچانک کمرے میں

داخل ہوں اور وہ دفورِ مسرت سے پاگل ہو جائے ۔!

دروازہ کھلا، لیکن میں ڈیوڑھی میں کھڑا رہا ۔ میں اُس کمرے سے زیادہ دُور نہیں تھا ۔ نوجوان مسٹری میبل سے کہہ رہا تھا کہ وہ میرا دوست ہے اور اس کے لئے ایک خوش خبری لایا ہے ۔ وہ گڑگڑا کر اُس سے پوچھ رہی تھی کہ میں کس حال میں ہوں ــــــ؟ نوجوان مسٹری نے اُس سے وعدہ کیا کہ وہ مجھے اُس کے پاس ضرور لائے گا ــــــ "کب ؟" میبل نے اُس سے پوچھا ــــــ "آج ہی اور ابھی" نوجوان مسٹری نے جواب دیا ــــــ "آپ جس لمحہ کی منتظر رہی ہیں وہ آن پہنچا ہے ۔" میبل فوراً تاڑ گئی میں اُس کے کمرے کے باہر کھڑا ہوں ۔ اُس وقت میں بھی دروازہ کی طرف لپکا اور میں نے اُسے اپنے سینے سے لگالیا ــــــ دیر تک ہمارے دِل کی دھڑکنیں ہم آہنگ رہیں ــــــ تین مہینوں کی جُدائی کے بعد ملاپ کے یہ لمحات کتنے پیارے تھے ! نوجوان مسٹری پندرہ منٹ تک اِس دِل فریب منظر سے لُطف اندوز ہوتے رہے ۔ ہم ایک دُوسرے کے کان میں نہ جانے کیا کچھ کہہ رہے تھے ــــــ "مجھے تم پر رشک آتا ہے ــــــ!" نوجوان مسٹری نے آخر کار مہرِ سکوت توڑتے ہوئے کہا ۔

"میں بھی ایسی خوبصورت محبوبہ کے لئے اپنی جان تک دے سکتا ہوں ! تم بہت خوش قسمت ہو ــــــ!"

"میں اِس عورت کے لئے سلطنت کو ٹھکرا سکتا ہوں ۔!" میں نے جواب دیا ۔ ہم دونوں میں دیر تک محبّت بھری باتیں ہوتی رہیں ۔ اُس نے مجھے اپنا افسانہ، میں نے اُسے اپنی کہانی سُنائی ۔ نوجوان مسٹری نے قسم کھائی کہ وہ ہماری

مُصیبت کو ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دے گا۔ پھر اُس نے ہمیں یہ مشورہ دیا کہ ہماری پہلی مُلاقات طویل نہ ہونی چاہیئے۔ میں مجھے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھی لیکن اُسے نوجوان مستری کا یہ مشورہ قبول کرنا پڑا۔ "تم مجھے یہاں کہاں چھوڑ کر جا رہے ہو ——— خُدا ہی بہتر جانتا ہے کہ تم سے پھر کبھی مُلاقات ہو گی یا نہیں ؟"

نوجوان مستری نے دعدہ کیا کہ وہ اکثر مجھے وہاں لے کر آئے گا ——— "اِس جگہ کا نام ہوپی ٹل نہیں ورسیلز ہونا چاہیئے ! اِس لئے کہ یہاں ایک ایسی عورت رہتی ہے جو ہزاروں دِلوں پر حکومت کر سکتی ہے۔ !"

جس وقت ہم "ہوپی ٹل" سے باہر آرہے تھے میں نے میین کے نگران کو ایک بھاری رقم دی تا کہ وہ میین کی خاطر و مدارات میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے۔ میین کا نگران بھی کمرے میں موجود تھا اِس لئے وہ بھی ہماری مُلاقات سے بے حد متاثر ہوا تھا۔ جب ہم ڈیوڑھی میں داخل ہُوئے تو وہ نگران مجھے ایک طرف لے گیا اور بولا ——— "حضور ! اگر آپ معقول معاوضہ دے سکیں تو مادام میین کو رہا کرانے میں مدد دے سکتا ہوں۔ معقول معاوضہ میں اِس لئے طلب کر رہا ہوں کہ مادام میین کو آزاد کرانے کے بعد مجھے مُلازمت سے برطرف کر دیا جائے گا۔ آپ جو رُوپیہ دیں گے اُس سے میں باقی ماندہ زِندگی گذار سکوں گا ———"

میں نے اِس کی یہ بات سُنی تو میں نے اُس سے وعدہ کیا کہ میں اُسے نہال کر دُوں گا۔ حالانکہ اُس وقت میری جیب میں ایک پھُوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔ "میرے دوست ! میں تمہاری خواہش سے زیادہ تمہاری مدد کروں گا۔ مطمئن رہو !

لیکن یہ تو بتاؤ تم مینن کو آزاد کیوں کر کرا سکو گے ؟"

"بہت آسان بات ہے حضور! میں اُس دن دروازہ پر تالا نہیں لگاؤں گا۔ مادام مینن کو خود ہی بازار تک چھوڑ آؤں گا۔ آپ وہاں گھوڑا گاڑی لئے ہوئے منتظر ہوں گے ــــــ"

"اگر احاطہ میں کسی نے تمہیں پہچان لیا تو پھر بہت بُرا ہو گا ــــــ"

"حضور! یہ خطرہ تو ضرور ہے لیکن اس کا انتظام بھی کیا جا سکتا ہے ــــــ"

مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ وہ بوڑھا ہماری مدد پر مستعد نظر آ رہا تھا۔ میں نے مسٹر ٹی سے مشورہ لیا۔ مسٹر ٹی کا خیال تھا کہ فرار بہت دشوار ہے ــــــ نگران کی مدد سے فرار ناممکن نہیں ہے لیکن اگر وہ فرار کی کوشش میں ناکام رہے تو پھر مینن کا یہاں سے ساری زندگی نکلنا دشوار ہو جائے گا ــــــ ایک بات اور ہے۔ تمہیں فوراً پیرس سے چلے جانا ہو گا۔ اس لئے کہ پولیس تمہاری تلاش میں رہے گی۔ آدمی تنہا ہو جب بھی تعاقب کرنے والوں سے چھپنا مشکل ہوتا ہے لیکن اگر مرد کے ساتھ عورت بھی ہو تو پھر اپنے آپ کو بچانا بہت ہی محال ہے ــــــ!" مسٹر ٹی نے نیک مشورہ دیا تھا لیکن مینن کی رہائی کے جو امکانات پیدا ہو گئے تھے میں اُن کی طرف سے بھی اپنی آنکھیں بند کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ میں نے جب نوجوان مسٹر ٹی کو یقین دلایا کہ میں خود پیرس چھوڑنے والا تھا تو وہ بھی میری مدد کے لئے تیار ہو گیا۔ ہم نے مینن کے نگران سے بات کی کہ زیادہ تاخیر سے کام نہ لینا چاہیئے مینن کو کل ہی رہا کرانا ہو گا۔ فرار کو ممکن بنانے کے لئے ہمیں مینن کے لئے "ہوپی ٹل" میں چوری چھپے کپڑے پہونچانا ہوں گے تاکہ وہ بھیس بدل کر نکل سکے۔ میں نے مسٹر ٹی

سے اِلتجا کی کہ وہ کل دُوسرے کپڑے پہن کر آئے۔ باقی کپڑوں کا اِنتظام میں خُود کرُوں گا ـــــ

دُوسرے دِن جب ہم "ہوپی ٹل" پہنچے تو میں مینن کے لئے زیر جامہ، موزے وغیرہ اپنے ساتھ لے آیا۔ ہم اُس کے کمرے میں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرے۔ نوجوان مِسٹری اُس کے لئے اپنی واسکٹ چھوڑ گئے اور میں نے اپنے بڑے کوٹ کے نیچے پہنا ہُوا کوٹ اُس کے لئے میز پر رکھ دیا۔

آخر کار چاروں طرف تاریکی پھیلنے لگی اور رات ہو گئی۔ ہم گھوڑا گاڑی لے کر مُقررہ جگہ پر پہنچ گئے ہمیں زیادہ دیر تک اِنتظار نہیں کرنا پڑا مینن اپنے نگران کے ساتھ دِکھائی دی۔ ہم نے فوراً گھوڑا گاڑی کا دروازہ کھول دیا اور وہ دونوں اُچک کر گاڑی میں سوار ہو گئے۔ گاڑیبان نے پُوچھا کہ ہمیں کہاں جانا ہے ـــــ میں نے فرطِ مسّرت سے اپنے ہوش وحواس گم کرتے ہُوئے کہا جہاں چاہے لے چلو۔ مینن میرے ساتھ ہے تو مجھے کیا پروا ہے کہ گاڑی کہاں جاتی ہے۔ اور کہاں نہیں۔!"

میری اِس اچانک بکواس نے گاڑیبان کو چوکنا کر دیا۔ جب میں نے اُسے اُس مُحلہ کا نام بتایا جہاں ہمیں جانا تھا تو گاڑیبان کے کان اور بھی کھڑے ہو گئے ـــــ وہ بولا ـــــ مجھے تو دال میں کچھ کالا نظر آ رہا ہے ـــــ! میرا خیال ہے کہ یہ نوجوان مَرد نہیں لڑکی ہے ـــــ تم اِس کو "ہوپی ٹل" سے بھگا کر لے جا رہے ہو ـــــ میں کوئی مُصیبت مول لینے کو تیار نہیں ہوں!"

ہم "ہوپی ٹل" کے نزدیک بحث میں نہیں پڑنا چاہتے تھے۔ میں نے اُسے معقول اِنعام دینے کا وعدہ کیا۔ گاڑیبان نے اِنعام کا لفظ سُنتے ہی گھوڑے کے

چابک لگائی اور گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ ہم نے نوجوان مستری کو راستہ ہی میں اُتار دیا اور اُس محلّے کی طرف چل پڑے جہاں مبین کا بھائی رہتا تھا۔

میں نے مبین کو اپنے بازوؤں میں لے رکھا تھا اور وہ خوشی کے آنسو بہا رہی تھی ـــــ جس وقت ہم مبین کے بھائی کے مکان کے قریب گاڑی سے اُترے تو میرا گاڑیبان سے ایک بار پھر جھگڑا ہوا۔ مجھے افسوس ہوا کہ میں نے گاڑیبان کو بھاری اِنعام دینے کا وعدہ کیوں کیا۔ میری جیب میں کچھ زیادہ رقم تو تھی نہیں۔ میں نے مبین کے بھائی کو آواز دی ـــــ جب مبین کے بھائی کو پتہ چلا کہ میں گاڑیبان کو انعام دینا چاہتا ہوں تو وہ غضب آلود ہو گیا۔ وہ گاڑیبان کو گالیاں دینے لگا۔ گاڑیبان نے جب ایک فوجی کو گالیاں دیتے ہوئے دیکھا تو وہ ڈر کے مارے بھاگ کھڑا ہوا۔ گاڑیبان نے جاتے جاتے دھمکی دی ـــــ "تم نے مجھ غریب کو دھوکہ دیا ہے، لیکن میں بھی بدلہ لے کر چھوڑوں گا!"

میں نے گاڑیبان کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ دُور نکل گیا تھا۔ گاڑیبان کے اِس طرح چلے جانے سے میں بہت پریشان رہا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ سیدھا پولیس تھانہ جائے گا ـــــ "تم ہمیشہ میری مصیبت کا باعث بن جاتے ہو۔" میں نے مبین کے بھائی سے کہا ـــــ "ہمارا یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں۔ ہمیں فوراً یہاں سے کہیں چلا جانا چاہیئے" ـــــ میں نے مبین کے بازو میں بازو ڈال دیا اور اُس خطرناک محلہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ مبین کا بھائی بھی ہمارے ساتھ تھا۔

قتل

قُدرت واقعات کی کڑیوں کو ایک دُوسری سے کچھ اِس طرح جوڑتی ہے کہ آدمی اُنگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ ہم ابھی تھوڑی ہی دُور گئے ہوں گے کہ ایک راہگیر نے مینن کے بھائی کو پہچان لیا۔ اِس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ راہگیر مینن کے بھائی کو دیر سے ڈھونڈ رہا تھا ——— "تم لیکا ہو نا ——— ؟ آج تم فرشتوں کے یہاں جا کر کھانا کھاؤ گے ——— !" اِتنا کہکر اُس نے اپنی پستول اُس پر خالی کر دی۔ مینن کا بھائی لیکا وہیں ڈھیر ہو گیا!

وہ سڑک کے بیچوں بیچ بے حس و حرکت پڑا تھا۔ میں نے مینن کو ہدایت کی کہ وہ سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اِس لئے کہ ہم ایک لاش کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مجھے گرفتاری کا خطرہ تھا۔ پولیس کا اِس جگہ فوراً

پہنچ جانا بہت ضروری تھا مینن، میں اور "ہوپی ٹل" والا مینن کا نگران تینوں تیزی سے دوڑنے لگے۔ راستہ میں ایک گھوڑا گاڑی دکھائی دی۔ ہم تینوں اُس میں سوار ہو گئے لیکن جس وقت گاڑیبان نے سوال کیا کہ ہمیں کہاں جانا ہے؟ تو ایک بار پھر مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ میرا کوئی دوست نہیں تھا۔ کوئی گھر نہیں تھا۔ میں جاتا تو کہاں جاتا؟

میری جیب میں صرف چند فرانک تھے۔ مینن اتنی خوفزدہ تھی کہ اُس کی قوتِ گویائی سلب ہو چکی تھی مینن کے بھائی کے قتل نے مجھے بھی سراسیمہ کر دیا تھا۔ مجھے یہ وہم ہو رہا تھا کہ پولیس ہمارا تعاقب کر رہی ہے! کیا کروں کیا نہ کروں؟ ــــ دفعتاً مجھے اُس شراب خانہ کا خیال آیا جو پیرس سے کچھ فاصلے پر واقع تھا اور جہاں مجھے ہمیشہ پناہ ملی تھی۔ میں نے ڈرائیور کو حکم دیا کہ وہ ہمیں وہاں لے چلے۔ اُس نے وہاں تک جانے کے لئے بیس فرانک مانگے یہ ایک اور دشوار ترین لمحہ تھا۔ دس فرانک پر معاملہ طے ہوا۔ بس اتنی ہی رقم میری جیب میں تھی۔

راستہ بھر میں مینن کو تسلیاں دیتا رہا۔ اگر مینن اُس وقت میرے ساتھ نہ ہوتی تو میں نے خودکشی کر لی ہوتی۔ میں اپنے آپ سے کہہ رہا تھا ــــ "مجھے اِس عورت سے محبت ہے۔ یہ عورت مجھ سے محبت کرتی ہے ــــ یہ عورت میری ہے ــــ طبرجے میرا دوست چاہے کچھ بھی کہے ــــ دُنیا میں محبت سے بڑی کوئی مسرت نہیں ــــ دُنیا تباہ ہو جائے مجھے کوئی غم نہ ہو گا لیکن میں اِس عورت کو رنجیدہ نہیں دیکھ سکتا! محبت دولت سے

زیادہ طاقتور ہے ——— !"

ہم رات کے گیارہ بجے مطلوبہ مقام پر پہنچے۔ ہمارا وہاں پرانے دوستوں کی طرح خیر مقدم کیا گیا۔ وہ لوگ میبن کو مردانہ لباس میں دیکھ کر حیران نہ ہوئے۔ اِس لئے کہ پیرس کے آس پاس عورتیں اکثر مردانہ لباس میں نظر آتی تھیں۔ میں نے ریستوران کے مالک کو ہر طرح کے آرام و آسائش کا انتظام کرنے کے لئے حکم دیا۔ میبن کو یہ خبر نہیں تھی کہ میرے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ میں نے دِل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ میں کل پیرس جاؤں گا اور کچھ روپوں کا انتظام کر کے لوٹوں گا۔

رات کو کھانے کے دوران میں نے روشنی میں میبن کا چہرہ دیکھا۔ اُس کا رنگ بہت زرد پڑ گیا تھا اور پہلے سے وہ زیادہ دُبلی نظر آ رہی تھی۔ میں نے اُس کے چہرے کی زردی کا سبب پوچھا۔ کیا اُس کے بھائی کی موت کے صدمہ کا یہ اثر تو نہیں ہے ———؟ اُس نے جواب دیا مجھ سے تین مہینے کی جُدائی نے اُس کا یہ حال کر دیا ہے!

"کیا تمہیں واقعی مجھ سے اِتنی محبت ہے ———؟" میں نے پوچھا۔

"آج میں تمہیں پہلے سے ہزار گُنا زیادہ چاہتی ہوں!"

"وعدہ کرو کہ اب تم مجھے چھوڑ کر کہیں نہ جاؤ گی!"

"میں وعدہ کرتی ہوں!!" اُس نے فرطِ محبت سے میرا ہاتھ چوم کر کہا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اپنے اُس وعدہ کو کبھی فراموش نہ کرے گی۔ دراصل غریبی میں جب وہ دوسری عورتوں کو عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہوئے

دیکھتی تھی تو اُس کے قدم لڑکھڑا جایا کرتے تھے۔ میں جانتا تھا آج وہ سچی بات کہہ رہی ہے۔ اِس لئے کہ ایک عورت اِس حد تک اداکاری نہیں کر سکتی۔ پھر اُس کے اِمتحان کا یہ آخری موقع بھی تھا۔ اُس کی یقین دہانی کے باوجود مجھے اندیشہ تھا کہ بھیانک افلاس سے گھبرا کر اُس کے قدموں میں لغزش پیدا ہو جائے گی۔

میں دُوسرے ہی دِن رُوپے کا بندوبست کرنے کے لئے پیرس روانہ ہو گیا۔ مجھے اور مینن کو کچھ نئے ملبوسات کی ضرورت تھی — جس وقت میں ریستوران سے نِکلا تو میں نے مینن سے کہا تھا کہ میں گھوڑا گاڑی میں پیرس جاؤں گا۔ لیکن میں نے سفید جھوٹ بولا تھا۔ میرے پاس ایک پھُوٹی کوڑی نہیں تھی۔ میں گھوڑا گاڑی میں جانے کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں پیدل ہی پیرس پہنچا۔

میں راستے میں تھوڑی دیر سستانے کے لئے بھی بیٹھ گیا تھا —
میں سوچ رہا تھا، میں کِس کے آگے جا کر ہاتھ پھیلاؤں گا؟ نوجوان مسٹر ٹی نے ایک بار اپنا پُورا بٹوہ مجھے پیش کیا تھا — نہیں میں اُس سے مالی اِمداد کیوں کر طلب کر سکتا ہُوں —؟ اُس پر اپنے افلاس کو ظاہر کرنا کہاں کی عقلمندی ہے —! تو پھر کیا طبرجے کے آگے جا کر ہاتھ پھیلاؤں؟

ہاں! طبرجے یقیناً میری مدد کے لئے تیار ہو جائے گا۔ لیکن اُس کی پند و نصیحت کون برداشت کرے گا۔ نہیں طبرجے کے پاس مجھے نہیں جانا چاہیئے! میں اُس کے سامنے مزید ذلیل ہونے کو تیار نہیں — لیکن مینن کی ضروریات مُقدّم ہیں۔ مینن کی ضروریات سے تذلیل کا کیا واسطہ — مینن

کو زندہ رہنا چاہیئے۔ میرے لئے سمین ہی دولت ہے — وہ ہی میری عزت ہے — ! وہ اگر زندہ رہتی ہے تو پھر کسی کے سامنے ذلیل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ————!"

یہ سوچ کر میں اُٹھا اور میں نے پیسے نہ ہونے کے باوجود ایک گھوڑا گاڑی کرایہ پر لی اور سیدھا طرجے کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی بھانپ لیا کہ میری حالت اچھی نہیں۔ جب میں نے اُسے سارا قصہ سُنایا تو اُس نے کہا ——"کیا ایک ہزار فرانک کافی ہوں گے جو تم نے مجھے لوٹا دیئے تھے ———؟" وہ میرے جواب کا انتظار کئے بغیر روپیہ لانے چلا گیا۔

ایک ہزار فرانک پاکر میری خوشی کی انتہا نہ رہی ——لطف کی بات تو یہ تھی کہ طرجے نے آج اپنا اخلاقی درس بھی نہیں دیا تھا۔ میرا خیال جلد ہی غلط ثابت ہُوا۔ جب وہ نوٹ گن چکا اور میں نے وہاں سے کھسکنے کے لئے قدم اُٹھایا تو اُس نے کہا میں تھوڑی دور تک باغ میں اُس کے ساتھ چلوں۔ میں نے ابھی اُسے یہ نہیں بتایا تھا کہ سمین کو بھی آزاد کرالیا گیا ہے۔ اِس لئے اُس کا اخلاقی درس صرف سینٹ لازارے سے میرے فرار تک محدود رہا۔ اُس نے کہا ————

"میرے دوست! تُم نے غلط قدم اُٹھایا ہے۔ اب تمہاری اصلاح ممکن نہیں۔ تُم نیکی کے راستہ پر چلنے کی بجائے بدی کے راستہ پر اور بھی تیزی سے بڑھتے رہو گے۔" اُس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ میں جس روز جیل سے فرار ہوا تھا اُس روز وہ مجھ سے ملنے سینٹ لازارے گیا تھا۔ بُوڑھا پادری بہت پریشان تھا۔ اُس نے میرے فرار کا ذکر پولیس سے نہیں کیا تھا۔ اس طرح

باہر کے لوگوں کو ڈیوڑھی کے دربان کی موت کا بھی علم نہیں تھا۔ مجھے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ قدرت نے مجھے ایک اور موقع دیا ہے اور مجھے اِس کا پورا فائدہ اُٹھانا چاہیئے اور واقعات سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ مجھے فوراً اپنے والد کو خط لکھ کر اُس سے صلح کر لینی چاہیئے۔ پیرس چھوڑ کر گھر چلا جانا چاہیئے ——

میں نے اُس کی یہ تقریر شروع سے آخر تک سُنی۔ اِس تقریر کی بہت سی خصوصیات تھیں۔ مجھے خوشی ہوئی تھی کہ سینٹ لازارے کے واقعہ سے اب خوفزدہ رہنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ پیرس کے بازاروں اور کوچوں میں آزادی سے میں گھوم پھر سکتا تھا۔ میں اپنے آپ کو مبارکباد دے رہا تھا کہ میں نے طبرجے سے مینن کی آزادی کا ذکر نہیں کیا تھا۔ طبرجے بھی اُس کا نام لینے سے پرہیز کر رہا تھا۔ اِس لیئے کہ اُس کا خیال تھا کہ طویل جُدائی نے میرے دِل سے اُس کی یاد محو کر دی ہے۔ میں نے طبرجے سے وعدہ کیا کہ میں اپنے والد کو خط ضرور لکھوں گا اُس سے رخصت ہونے کے بعد واقعی میں نے اپنے والد کو ایک پُرخلوص خط لکھا جب میں نے خود وہ خط پڑھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ اِس خط کا میرے والد پر ضرور اثر ہو گا۔

میری جیب میں پیسے تھے۔ میں آسانی سے ایک گھوڑا گاڑی کرایہ پر لے سکتا تھا۔ لیکن میں اپنی آزادی سے لُطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔ اِس لئے کہ اب سینٹ لازارے کا خوف میرے دل سے نکل چکا تھا۔ میں پیدل ہی مسٹرٹی سے ملنے چل پڑا۔ راستہ میں مجھے خیال آیا کہ میں بھی کتنا احمق ہوں — یہ درست ہے کہ سینٹ لازارے سے مجھے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں لیکن "ہوپی ٹل"

سے ایک عورت کو فرار ہونے میں مدد دینے کا خطرہ تو ابھی موجود ہے —— یہ سوچتے ہی سر سے پاؤں تک لرز اُٹھا۔ میں دَوڑ کر ایک گلی میں جا گھسا۔ وہاں سے ایک گھوڑا گاڑی لے کر مسٹر بی کے یہاں پہنچا۔ وہ مجھے خوفزدہ دیکھ کر خوب ہنسا —— جب اُس نے مجھے یہ بتایا کہ "ہوپی ٹل" سے مینن کے فرار پر وَہاں کوئی ہنگامہ نہیں ہوا تو مجھے بھی اپنے خوف پر ہنسی آئی۔ مسٹر بی آج صبح ہی "ہوپی ٹل" گئے تھے۔ وہاں ایک اور ہی قصّہ مشہور تھا۔ لوگ اِس بات پر حیرانی کا اظہار کر رہے تھے کہ مینن جیسی حسین و جمیل لڑکی ایک نگران کے ساتھ بھاگ گئی —— "ہوپی ٹل" کے بعد وہ مینن کے گھر گئے۔ وہاں ہمیں موجود نہ پاکر بہت حیران ہوئے۔ مالک مکان نے اُنہیں بتایا کہ ہمارا وہاں آنا بہت دُشوار تھا اِس لئے کہ کل رات کسی نے مینن کے بھائی لیبکا کو قتل کر دیا۔ اُسے وہیں لیبکا کے قتل کے حالات بھی معلوم ہوئے۔ لیبکا کا ایک فوجی ساتھی اُس کے یہاں آیا اور تاش کھیلنے کا مشورہ دیا۔ لیبکا تیزی سے اُس کی ساری رقم جیت گیا۔ چلتے ہوئے لیبکا کے ساتھی نے کچھ رقم اُس سے اُدھار مانگی۔ لیبکا نے ایک پائی بھی دینے سے اِنکار کر دیا جس پر اُن دونوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ لیبکا نے اُس کے ساتھ تلوار سے مبارزت لڑنے سے بھی اِنکار کر دیا۔ اُس پر وہ فوجی اور بھی غضب ناک ہو گیا۔ اُس نے دھمکی دی کہ وہ لیبکا کا سَر توڑ دے گا۔ ایک گھنٹہ کے بعد وہ فوجی پھر نمودار ہوا اور اُس نے لیبکا کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔

میں نے مسٹر بی کو بتا دیا کہ ہم کہاں پناہ گزیں تھے۔ مسٹر بی نے خواہش ظاہر کی کہ وہ رات کو کھانا ہمارے ہی ساتھ کھائیں گے۔

اَب مجھے پیرس میں صرف ایک کام اور کرنا تھا مینن کے لئے کچھ کپڑے خریدنے تھے۔ میں نے مسٹری ٹ سے کہا کہ وہ بھی میرے ساتھ چلیں۔ میں صرف ایک یا دو دوکانوں میں چند منٹوں کے لئے ٹھہروں گا۔ شاید مسٹری ٹ کو یہ خیال گذرا کہ میں اُسے بِساطی کی دوکان میں لے جاکر اُس کی گرہ سے کچھ کپڑے لے لینا چاہتا ہوں ــــــ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُسے خود ہی خیال آیا ہو کہ اِس وقت ہم ضرورت مند ہیں۔ وہ فوراً تیار ہو گیا۔ میں نے کچھ کپڑے خریدے اور جب ان کپڑوں کی قیمت ادا کرنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو مسٹری ٹ نے دوکاندار کو ہدایت کی کہ وہ مجھ سے کوئی رقم قبول نہ کریں۔ مسٹری ٹ نے کچھ اِس انداز سے اِمداد کی پیش کش کی تھی کہ میں نے اُس کا فائدہ اُٹھانے کی ٹھان لی۔

ہم دونوں واپس ریستوران میں پہنچے۔ اب میں قطعاً پریشان نہ تھا۔

دے گریو کو اپنی داستان سُناتے ہوئے ایک گھنٹہ ہو گیا تھا۔ میں نے اُسے مشورہ دیا کہ وہ کچھ آرام کرلے اور ہمارے ساتھ کھانا کھائے۔ دے گریو کو اِس بات کا اچھی طرح عِلم ہو گیا تھا کہ ہم اُس کی کہانی سے بہت لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ دے گریو نے بتایا کہ اُس کی داستان کا اگلا حِصّہ اور بھی دلچسپ ہے۔ جب کھانا ختم ہو گیا تو اُس نے اپنی داستان پھر شروع کی۔

دُوسرا حصّہ

اطالوی شہزادہ

میری موجودگی اور نوجوان مِسٹرٹی کی عنایات نے مینن کی سَارِی افسردگی دُور کردی۔ میں نے کمرے کے اندر قدم رکھتے ہی کہا ـــــ"جانِ من ـــــ مَاضی کے غم والم اور خوف وہراس کو بھُول کر ہمیں پھِر سے ایک نئی اور مسرُور زندگی کا آغاز کرنا چاہیئے۔ محبت ایک مہربان آقا کی طرح ہے جو کُلفتوں سے زیادہ مسرت عطا کرتی ہے ـــــ!" اُس رَات کھانے میں بہت لُطف آیا۔

میری جیب میں ایک ہزار فرانک تھے اور میرے سامنے مینن بَیٹھی تھی! میں پیرس کے مالدار ٹیکس افسر سے بھی زیادہ خوش اور اَپنے مُقدّر پر نازاں تھا! دولت کا کام یہ ہونا چاہیئے کہ وہ ہمارِی تمناؤں کو پُوری کرے۔ میں خوش تھا کہ دَولت میرے حق میں اپنا یہ فرض انجام دے رہی تھی۔ میں نے مینن کو صاف

صاف بتا دیا کہ میرے پاس کُل ایک ہزار فرانک ہیں۔ اِن سے کچھ دِن لُطف سے گذر سکتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ جلد ہی تقدیر کا پانسہ پلٹے اور ہم پھر خوشحال ہو جائیں۔

پہلے چند ہفتوں میں میرا صرف اِتنا کام رہا کہ میں زیادہ سے زیادہ مسرّت حاصِل کروں ـــــ میں نے جلد ہی پھر قمار بازی شروع کر دی۔ میں صُبح کو گھر سے نکل کھڑا ہوتا اور رات کو کھانے کے وقت لَوٹتا۔

مینن نے بے کیفی کو دُور کرنے کے ذرائع ڈھونڈ لیئے۔ موسمِ بہار میں پیرس سے کچھ خواتین کچھ مہینے دیہات میں گذارنے کے لیئے چلی آئی تھیں۔ مینن نے اُن سے راہ و رسم بڑھالی۔ وہ سارا دن کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتیں۔ جب میں رات کو گھر لوٹتا تو مینن کو بہت مسرور و شادماں پاتا۔

ہماری مسرّت کے آسمان پر کچھ بادل چھانے لگے تھے۔ ایک دن رات کو جب میں ذرا دیر سے گھر لوٹا تو ایک نوکر مجھے الگ لے گیا۔ اور اُس نے دبی زبان میں اِس راز کا انکشاف کیا کہ ایک غیر مُلکی شخص مینن پر ڈورے ڈال رہا ہے ـــــ میں اُس کی یہ بات سُن کر کانپ گیا ـــــ "کیا مینن بھی اُس کی محبّت کا جواب محبّت سے دیتی ہے؟" میں نے اُس مُلازم سے پُوچھا ـــــ "میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا ـــــ" مُلازم نے جواب دیا ـــــ یہ غیر مُلکی اکثر بولون جاتا ہے اور اپنی گاڑی ایک جنگل کے پاس چھوڑ کر درختوں کے جُھنڈ میں ٹہلنے لگتا ہے ـــــ اِس اُمید میں کہ شاید مادام مینن بھی اُسے وہاں قریب ہی گھومتی ہوئی مِل جائیں۔"

میں نے اُس ملازم کو انعام دینے کا وعدہ کیا اور اُسے ہدایت کی کہ وہ اُس

غیر مُلکی شخص کے مُلازموں سے دوستی گانٹھ کر پتہ چلائے کہ وہ غیر مُلکی شخص در اصل ہے کون ——؟ ایک دو روز کے بعد اُسی مُلازم نے مجھے یہ بتایا کہ وہ غیر مُلکی شخص ایک اطالوی شہزادہ ہے اور ضرور کوئی ساز باز کر رہا ہے—— حضور یہ آج کا واقعہ ہے —— وہ اطالوی شہزادہ حسبِ معمول پیڑوں کے جُھنڈ میں ٹہل رہا تھا۔ میں بھی آج اُس کے تعاقب میں اُدھر نکل گیا تھا۔ دفعتاً ہم دونوں کا سامنا ہو گیا۔ اُس نے مجھے دیکھتے ہی یہ کہا —— میرے دوست! تُم خُوش قسمت اِنسان ہو کہ ایک پری جمال عورت کے خادم ہو ——!"

اُس مُلازم کی باتوں سے مینن کی بے وفائی کا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا پھر بھی میرے دل میں بہت سے شکوک چٹکیاں لینے لگے تھے۔ میں انگاروں پر لوٹنے لگا—— آخر کار میں نے اپنے دِل کو سمجھانے کی کوشش کی۔ اِس میں مینن کا کیا قصُور ہے اگر لوگ اُس کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں —— اگر میں ابھی سے حسد کرنے لگا تو میری زِندگی کا کیا انجام ہو گا —— دوسرے دِن میں پیرس اِس نیت سے گیا کہ بھاری داؤ لگا کر جوا کھیلوں گا تاکہ بہت سا رُوپیہ جیت جاؤں اور اِس گاؤں سے نکلنے میں مدد ملے۔

میں رات کو پھر دیر سے لوٹا۔ مجھے اُس مُلازم نے بتایا کہ وہ اطالوی شہزادہ پھر آیا تھا —— اطالوی شہزادے نے اُس مُلازم سے مادام مینن کے متعلق بہت سی باتیں پُوچھی تھیں اور اِنعام کے طور پر بھاری رقم دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اُس نے مُلازم کو خط بھی دیا تھا کہ وہ یہ خط مینن کو دیدے اور اُس کے صلے میں اُس نے مُلازم کو کچھ طلائی سِکّے بھی دیئے تھے۔

دو دن اور گذر گئے۔ کوئی نیا حادثہ نہ پیش آیا۔ تیسرے دِن وَاقعی ایک اَہم وَاقعہ رُونما ہُوا — میں اُس رَات کو بھی حسبِ معمول دیر سے گھر لَوٹا تھا۔ مُلازِم نے مجھے بتایا کہ آج مادام مینن اَپنی سہیلیوں سے الگ ہو کر اُس اَطالوی شہزادہ سے ملی تھیں۔ اطالوی شہزادہ کو مادام مینن نے ایک خط دیا تھا۔ وہ خط پاکر اطالوی شہزادہ فرطِ مسّرت سے رَقص کرنے لگا تھا۔ اُس نے اِس خط پر کئی بوسے دیئے۔

"تمہاری آنکھوں کو دھوکہ تو نہیں ہوا —؟" میں نے مُلازم سے پُوچھا۔

"نہیں حضُور — میں خُدا کی قسم کھا کر کہتا ہُوں کہ میں نے مادام مینن کو اُس اطالوی شہزادہ کو خط دیتے ہُوئے دیکھا ہے — میں جھُوٹ نہیں بول رہا —"

میرا دِل ٹیسوں سے بھر گیا — میں اپنی اِس بَوکھلاہٹ میں نہ جَانے کیا کر بیٹھتا — میرے قدموں کی آہٹ پاکر مینن اُپنے کمرے سے باہر نکلی اور آنکھوں میں آنسُو بھر کر مجھ سے شکایت کی کہ میں اِتنی رات گئے گھر کیوں آتا ہوں —؟ مجھے خاموش دیکھ کر اُس نے ایک اور گِلہ کیا کہ گذشتہ تین ہفتوں کے دَوران میں نے ایک دِن بھی اُس کے سَاتھ نہیں گذارا — "کل تمہیں کہیں نہیں جَانے دُوں گی! کل تمہیں سارا دن میرے ساتھ گھر پر گذارنا ہو گا —!" وہ بولی۔

"گھبراؤ نہیں — میں کل کہیں نہ جاؤں گا —!" میں نے ذرا ترُش رُوئی سے جواب دیا۔

اُس نے میری برہمی کو بالکل نظرانداز کردیا اور مُسلسل چہکتی رہی ــــ
میں سوچ رہا تھا ــــ عجیب وغریب عورت ہے ــــــ میں اُن واقعات کو یاد کر رہا تھا جو مجھے ملازم نے بتائے تھے۔

کھانے کے دوران میں افسردہ و ملول رہا۔ میں خوش تھا کہ مینن نے خود ہی کل مجھے باہر جانے سے روک لیا ہے۔ میں کل اپنی آنکھوں سے اُس اطالوی شہزادہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ ایک دو روز میں اِس گاؤں کو چھوڑ دوں گا اور پیرس میں کوئی مکان کرائے پر لے لوں گا جہاں کوئی اطالوی شہزادہ نہ ہو۔

دُوسرے دِن صُبح کو مینن نے جھنجوڑ کر مجھے بیدار کیا اور بولی ــــ ''گھر پر رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ مُنہ لپیٹ کر پڑے رہو ــــــ!'' یہ کہکر وہ میرے بالوں میں اُنگلیاں پھیرنے لگی۔

میں نے دوپہر تک کئی بار اُس سے اپنے دل کی بات کہنا چاہی لیکن ہر بار کسی نے میری زبان پکڑ لی۔ شام کو وہ میرے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی کہ خادمہ نے اندر آکر اطلاع دی کہ اطالوی شہزادہ مادام سے ملنے کا خواہشمند ہے۔ اطالوی شہزادہ کا نام سُنتے ہی میں جو اس باختہ ہو گیا ــــ ''کون؟'' میں زور سے چیخا اور میں نے مینن کو پرے دھکیل دیا۔ اُس نے میری اِس حرکت پر قطعاً ناراضگی کا اظہار نہ کیا اور وہ خادمہ سے مخاطب ہوئی ــــ ''اطالوی شہزادہ کو اندر بھیج دو!''

پھر وہ میری طرف منہ کرکے بولی ــــ ''میں تمہاری پرستار ہوں۔

صرف ایک لمحہ کے لئے ضبط و تحمل سے کام لو — میں تمہاری بہت شکرگذار ہونگی"
میں بھونچکا رہ گیا۔ اتنے میں عقبی دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

مینن نے میرے بالوں کی ایک لٹ اپنی انگلی پر لپیٹ لی اور دوسرے ہاتھ میں آئینہ اٹھالیا۔ اطالوی شہزادہ کمرہ میں داخل ہوا۔ وہ بیش قیمت لباس پہنے ہوئے تھا۔ لیکن وہ انتہائی بدصورت تھا۔

وہ جھک کر آداب بجالایا مینن نے اسے بولنے کی اجازت نہ دی۔ اور آئینہ اس کی صورت کے قریب لے جا کر بولی۔

جناب! اس آئینہ میں ذرا اپنی صورت دیکھئے اور پھر کوئی جواب دیجئے۔ تم چاہتے ہو کہ میں تم سے محبت کروں۔ یہ رہا وہ مرد جس سے میں محبت کرتی ہوں —! میں تمام عمر اس سے محبت کرتی رہوں گی!!

جناب خود ہی اس مرد سے اپنا مقابلہ کر لیجئے۔ میں یہ اعلانیہ کہنے کو تیار ہوں کہ اٹلی کے تمام شہزادے اس مرد کے بال کے برابر بھی نہیں ہیں۔ جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے!!"

مینن نے اپنی یہ تقریر پہلے ہی سے تیار کر رکھی تھی۔ میں اس کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہا تھا — مینن نے اس عالی مرتبت شخص کی توہین کی تھی۔ اس کا دل توڑ دیا تھا۔ میں نرم الفاظ سے مینن کے جرم کی تلافی کرنا چاہتا تھا۔ اتنے میں اطالوی شہزادہ بول اٹھا — "میڈموازیل! آپ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں — میں آپ کو ایک بھولی عورت سمجھتا تھا لیکن آپ تو جہاں دیدہ ہیں —"

اطالوی شہزادہ اُلٹے پاؤں مُڑا اور بڑبڑایا ——— "فرانس کی عورتیں اٹلی کی عورتوں سے یقیناً بہتر نہیں ہیں!"

مینن نے میرے بال چھوڑ دیئے اور صوفے پر گر کر زور زور سے ہنسنے لگی۔

میں مینن کی اس بات سے بہت متاثر ہوا۔ اُس نے بہت بڑی قربانی دی تھی۔ اس قربانی کو محبت ہی کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اب بھی میرا یہی خیال تھا کہ مینن نے اطالوی شہزادہ سے زیادتی کی ہے ——— میں نے اُس کے اس رویّہ پر نکتہ چینی کی ——— اُس نے مجھے بتایا کہ میرے رقیب اطالوی شہزادہ نے اسے کئی دنوں سے بہت پریشان کر رکھا تھا۔ جب وہ سیر کو جاتی تو عجیب اشارے کیا کرتا۔ پھر اُس نے اسے ایک خط بھجوایا جس میں اُس نے اپنا نام اپنے اعزازات کے ساتھ تحریر کیا۔ خط میں بے پناہ دولت دینے اور اُسے اٹلی میں ایک پہاڑی پر واقع محل میں لے جانے کا وعدہ کیا ——— اُس نے اطالوی شہزادہ کے خط کا حوصلہ افزا جواب دیا اور ساتھ ہی ایک ناٹک رچانے کا منصوبہ تیار کیا۔ وہ ناٹک ابھی ابھی کھیلا جا چکا تھا۔ مینن کے اس طرزِ عمل پر میں دل ہی دل میں بہت خوش تھا۔

رقیبِ روسیاہ

میں نے یہ بات دیکھی تھی کہ جب بھی میری مسرّت کو استحکام نصیب ہونے لگتا تھا۔ قدرت مجھ پر ایک کاری ضرب لگا دیتی تھی میلین کی محبت اور مسٹر لی ٹ کی دوستی نے مجھے اتنا مسرور و شادماں کر دیا تھا کہ میں کسی طرح کی تباہی کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن قدرت نے ایک مہلک وار کیا اور میں زخموں سے چور چور ہو گیا۔

ایک رات کو نوجوان مسٹر لی ٹ ہمارے ساتھ کھانے کی میز پر موجود تھا کہ ہم نے گھر کے باہر ایک گھوڑا گاڑی رکنے کی آواز سنی۔ ہمیں حیرت ہوئی کہ اس وقت کون یہاں آسکتا ہے! ؟ مسٹر لی ٹ نے بتایا کہ اس گھوڑا گاڑی میں مسٹر جی آئے ہیں یعنی ہمارے جانی دشمن مسٹر جی کے نوجوان بیٹے مسٹر جی ہم سے ملنے آرہے ہیں!

میں فوراً بول اُٹھا ـــــــ "نوجوان مسٹر جی کو آنے دو ـــ بُوڑھے مسٹر جی کا انتقام اُس کے نوجوان بیٹے مسٹر جی سے لیا جائے گا ـــــ مگر وہ بُوڑھے نے میری مینن کو "ہوپی ٹل" بھجوا دیا تھا۔!"

مسٹر ٹی ڈ نے ہمیں بتایا ـــــ "نوجوان مسٹر جی اپنے والد سے بالکل مختلف ہے۔ اُسے اپنے باپ سے نفرت ہے۔ نوجوان مسٹر جی ایک بہت اچھا نوجوان ہے!"

جب میں نے اِس بات کا اندیشہ ظاہر کیا کہ اِس طرح مینن کی پناہ گاہ کا اُسے پتہ چل جائے گا تو مسٹر ٹی ڈ نے کہا ـــــ "گھبرانے کی قطعاً ضرورت نہیں نوجوان مسٹر جی کوئی کمینہ حرکت نہیں کریں گے ـــــ"

یہ کہہ کر مسٹر ٹی اپنے دوست مسٹر جی کے خیر مقدم کے لئے باہر چلے گئے۔ وہ دروازہ کے باہر اپنے دوست کو ہمارے حالات سے روشناس کرانے کے بعد اُسے اندر لے آئے۔ جس انداز سے نوجوان مسٹر جی ہمارے کمرے میں داخل ہوئے اُس نے ہمیں بہت متاثر کیا۔ اُس نے مینن کے حُسن کی تعریف کی۔ ہمارے کمرے کی ہر چیز اور ہماری نفاست پسندی کی قصیدہ خوانی کی اور اُس نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ اُس نے ہماری عزت افزائی کی تھی۔

کھانے کی میز جب صاف کر دی گئی تو گفتگو کا رنگ زیادہ سنجیدگی کا اختیار کر گیا۔ اُس نے اپنی نگاہیں جھکا کر اپنے والد کی مذموم حرکات کے لئے معافی مانگی اور کہا ـــــ "میں بہت شرمندہ ہُوں ـــــ" میں دیکھ رہا تھا کہ نوجوان مسٹر جی نبن کو للچائی ہُوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میرے دل میں رقابت کی

آگ روشن ہو گئی ـــــ ہم رات گئے تک باتیں کرتے رہے۔ رخصت ہوتے ہوئے مسٹر جی نے ہمارا شکریہ ادا کیا اور پھر ہمارے یہاں آنے کی اجازت طلب کی۔ وہ اپنے ساتھ مسٹر ٹی کو بھی لے گیا۔

رقابت کی آگ میرے دل میں ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔ میں اِس بات پر نازاں تھا کہ مینن کا حُسن جادُو اثر ہے۔ کچھ دِن مزے سے گذر گئے۔

ایک دِن ہم پیرس میں تھیٹر جانے کی سوچ رہے تھے کہ مسٹر ٹی ہمارے یہاں آئے۔ ہم نے مشورہ کیا کہ ہمیں تھیٹر دیکھنے جانا چاہیئے یا نہیں ؟

مسٹر ٹی نے مینن کی مسرت کو ملحُوظ رکھتے ہوئے یہی فیصلہ کیا کہ تھیٹر دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

مینن عقبی کمرے میں تیار ہو رہی تھی۔ مسٹر ٹی نے دبی زبان میں سرگوشی کی۔ نوجوان مسٹر جی مینن کے عِشق میں بُری طرح مُبتلا ہو گیا ہے۔ میں اُس کا بھی دوست ہوں اور تمہارا بھی ـــــ میں عجیب مخمصے میں گرفتار ہوں ـــــ نوجوان مسٹر جی کو پتہ چل گیا ہے کہ مینن عیش و عشرت اور آرام و آسائش کی دلدادہ ہے ـــــ وہ مینن کو پھُسلانے کے منصوبے باندھ رہا ہے۔ وہ مینن کو بیش قیمت تحائف دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اُس کی یہ خواہش بھی ہے کہ وہ مینن کو دس ہزار فرانک سالانہ پنشن بھی دے۔ میں اُس کی اِس نیت سے تمہیں آگاہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میں تمہارا سچا دوست ہوں اِس لئے تمہیں خبردار کر رہا ہوں۔"

میں نے اِس اِطلاع کے لئے مسٹر ٹی کا شکریہ ادا کیا۔ "آپ بجا فرماتے ہیں مینن کو افلاس سے نفرت ہے۔ لیکن مجھے اِس بات کا پختہ یقین ہے کہ وہ روپے

کی خاطر مجھے نہیں چھوڑے گی۔ صرف ایک بات کا خطرہ ہے کہ مینن اپنی معلومات کا فائدہ نہ اُٹھائے۔"

"نہیں مسٹر جی ایسی کوئی مذموم حرکت نہیں کریں گے!"

اِس گفتگو کے بعد میری یہی خواہش تھی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے مسٹر جی کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ مجھے اِس بات کا یقین تھا کہ جس شخص نے مینن کو "ہوپی ٹل" میں پہنچا دیا تھا اُس کے بیٹے کی خاطر وہ مجھ سے کبھی بیوفائی نہیں کرے گی۔

میں نے مینن کو تمام صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔ مینن نے وعدہ کیا کہ وہ مسٹر جی کی پیش کش کو اس انداز سے ٹھکرا دے گی کہ اُسے پھر نزدیک آنے کی جرأت نہ ہو گی۔ ایک لمحہ کے لئے وہ سوچتی رہی اور پھر بولی ــــــ "ہمیں بوڑھے مسٹر جی کا انتقام اُس کے بیٹے سے نہ لینا چاہیئے بلکہ بوڑھے مسٹر جی ہی سے انتقام لینا چاہیئے۔ نوجوان مسٹر جی کے ذریعہ بوڑھے مسٹر جی کی دولت پر ہاتھ صاف کرنا چاہیئے!"

"میری جان ــــــ" میں نے کہا ــــــ "یہ خیال بُرا نہیں لیکن ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہیئے کہ ہماری اِس حرکت نے تمہیں "ہوپی ٹل" اور مجھے سینٹ لازارے پہنچا دیا تھا ــــــ!"

مینن نے جواب دیا ــــــ "اگر ہم احتیاط سے کام لیں تو ہم اپنے ارادے میں کامیاب ہو سکتے ہیں ــــــ" بہرحال کافی سوچ بچار کے بعد یہی فیصلہ ہوا کہ نوجوان مسٹر جی کو اُلّو بنایا جائے ــــــ

گیارہ بجے کے قریب نوجوان مسٹر جی کی گھوڑا گاڑی کی آواز سنائی دی۔

وہ مسٹر ٹی کو پہلے ہی سے ہمارے یہاں موجود پاکر حیران ہوا۔ میں بہانہ بناکر باہر چلا گیا اور نوجوان مسٹر جی نے اتنے عرصے میں اپنا منتہائے مقصود مینن سے بیان کر دیا۔ جب میں کمرے میں لوٹا تو وہ بہت ہشّاش بشّاش تھا جس کا مطلب تھا کہ مینن نے اُس کی پیش کش قبول کرلی ہے۔

ساری دوپہر ہم ہنسی مذاق کرتے رہے۔ نوجوان مسٹر جی کی روانگی سے پہلے میں نے اُسے مینن سے باتیں کرنے کا ایک اور موقع دیا۔

جُونہی مسٹر ٹی اور مسٹر جی گاڑی میں سوار ہو کر چلے گئے مینن باہیں پھیلا کر میری طرف بڑھی اور قہقہے سر کرتی رہی۔ اُس نے پھر دوپہر کا سارا قصّہ سُنایا۔ مسٹر جی نے اُس سے کہا تھا کہ وہ اُس کی پرستش کرتا ہے۔ اُس کا والد اُسے چالیس ہزار فرانک سالانہ پنشن دیتا ہے۔ وہ اِس پنشن میں مینن کو حصّہ دار بنانے کے لئے آمادہ ہے۔ اُس نے مینن کو گھوڑا گاڑی آراستہ مکان، باورچی، خادمہ اور دربان دینے کا وعدہ بھی کیا ہے۔

"باپ سے بیٹا زیادہ فراخ دِل ہے ——!" مینن نے ہنستے ہوئے کہا —— تُمہیں کہو کیا یہ پیش کش اس قابل ہے کہ اِسے ٹھکرا دیا جائے!" اور پھر کچھ سوچ کر اُس نے کہا —— "میں تمہیں اپنا دل دے چکی ہوں میں ہمیشہ کے لئے تمہاری رہوں گی ——!"

مسٹر جی نے ابھی زبانی پیش کش کی تھی۔ اُس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک خط کے ذریعہ اپنی پیش کش کی تصدیق کر دے گا۔ دُوسرے ہی دن اُس کا خط بھی آگیا جس میں تمام تفصیلات درج تھیں۔ میں نے اور مینن نے وہ خط مِل کر پڑھا

اُس نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ جونہی مینن اُس کے مکان میں مُنتقل ہو جائے گی وہ اُسے اُس رات دس ہزار فرانک دے گا۔ تمام تیاریوں میں دو دِن صرف ہوں گے۔ اُس نے آخر میں مینن کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ میرے چنگل سے بچ نکلنے کی کوشش کرے۔ اگر ایسا کرنے میں اُسے کوئی دِقّت پیش آئے گی تو وہ اُس کی ہر ممکن مدد کرے گا۔

نوجوان مسٹر جی اپنے والد سے زیادہ ہوشیار بھی تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے شکار کو قبضہ میں کر لینے کے بعد رُوپیہ دے۔ میں نے ایک بار پھر کوشش کی مینن اِس سازش سے دُور ہی رہے۔ لیکن آسانی سے بے شمار رُوپیہ ہاتھ لگ رہا تھا اِس لئے وہ میری ایک بھی سُننے کو تیار نہ تھی۔

مینن نے مسٹر جی کے خط کا جواب بھجوا دیا۔ اُس نے اُسے ہر بات کا یقین دلایا۔ اور اُسے مطلع کیا کہ وہ مُقرّرہ وقت پر نئے مکان میں پہنچ جائے گی۔ اِس کے بعد ہم نے اپنے لئے ایک تجویز تیار کی۔ مجھے ہدایت کی گئی کہ میں فوراً پیرس کے پاس ہی کسی گاؤں میں جا کر کوئی مکان کرایہ پر لے لوں۔ اپنا تمام سامان اُس مکان میں مُنتقل کر دوں۔ مینن نوجوان مسٹر جی کے تحائف اور رُوپے وصُول کرتے ہی وہاں پہنچ جائے گی۔ مینن نے مسٹر جی کے مکان سے فرار کے لئے بھی منصوبہ تیار کیا تھا۔ طے یہ پایا تھا کہ وہ مسٹر جی کے مکان میں زیورات اور نقدی وصُول کرے گی۔ پھر مسٹر جی کو مجبُور کرے گی کہ وہ اُسے تھیٹر لے جائے۔ میں تھیٹر کے نیچے گھوڑا گاڑی لے کر اُس کا مُنتظر رہوں گا ــــــ وہ کسی بہانے سے تھیٹر کے بکس سے نکلے گی اور سیدھی میرے پاس پہنچ جائے گی اور ہم دونوں رات کی تاریکی میں اپنے

سے گاؤں پہنچ جائیں گے۔

یہ ساری سازش جلدی میں تیار کی گئی تھی۔ میں جانتا تھا کہ اگر ہم اپنے منصوبے میں کامیاب بھی ہو گئے تو ہمارا تعاقب جاری رہے گا۔ اس کے باوجود میں اس سازش کو نہ جانے کیوں عملی جامہ پہنانے پر تُلا ہوا تھا۔

روانگی کا دن آ پہنچا۔ مینن چلی گئی۔ جاتے ہوئے میں نے محبت سے اس کا ہاتھ چوم لیا اور کہا ——— "مینن! تم کہیں مجھے دھوکا تو نہیں دے رہی ہو۔ وعدہ کرو کہ تم وفادار رہو گی ———!"

مینن نے میری اس بے اعتباری پر میری سرزنش کی اور بار بار اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔

میں نے وہ دن ہزار وسوسوں میں گذارا اور شام کو گھوڑا گاڑی لے کر تھیٹر کی عمارت کے قریب پہنچ گیا۔ میں بے صبری سے مینن کا انتظار کرتا رہا ——— جب میں انتظار کرتے کرتے تھک گیا تو میں نے تھیٹر کا ٹکٹ خریدا اور ہر بکس میں جھانک کر دیکھا۔ مینن کہیں بھی نہیں تھی۔ میں بہت سٹپٹایا۔ جب میں تھیٹر سے باہر نکلا تو گاڑیبان دوڑتا ہوا میرے قریب آیا اور بولا ———

"حضور! ایک حسین وجمیل عورت گاڑی میں آپ کا انتظار کر رہی ہے!"

میرا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ میں گاڑی کی طرف دوڑا۔ میری حیرت کی حد نہ رہی۔ گاڑی میں ایک اجنبی دوشیزہ بیٹھی تھی۔ اس نے مجھے گاڑی کی طرف آتے دیکھا تو بولی ——— "کیا آپ ہی مونیسور دے گریو ہیں؟" میں نے نہایت بددلی سے جواب دیا ——— "ہاں بدقسمتی سے یہی میرا نام ہے ———!" وہ دوشیزہ

دَبی زبان میں بولی ——— "میں آپ کے لئے ایک خط لائی ہوں ——!" "تو پھر پڑھ کر سناؤ !" میں نے اُسے حکم دیا ——" یہاں نہیں —— مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یہ خط آپ کو تنہائی میں دُوں ——!"

"یہ خط تمہیں کس نے دیا ہے ؟" اُس دوشیزہ نے جواب دیا خط پڑھنے پر آپ کو معلوم ہو جائے گا یہ خط کس کا ہے ؟"

میں اُس دوشیزہ کے ساتھ گھوڑا گاڑی میں گھر پہنچا۔

میں نے خط کھولا تو میبن کی تحریر کو میں نے فوراً پہچان لیا۔ میبن نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ نوجوان مسٹر جی نے اُسے تحائف سے لاد دیا ہے۔ اُس نے اُمید سے زیادہ نوازش کی ہے۔ اُسے صحیح معنوں میں ایک ملکہ بنا دیا ہے میبن نے اُس سے تھیٹر چلنے کی درخواست کی لیکن نوجوان مسٹر جی اُس رات تھیٹر جانے کے لئے تیار نہ ہُوا۔ اِس لئے مجھے ایک دن کی جُدائی برداشت کر لینی چاہیئے۔ آخر میں میبن نے لکھا تھا کہ وہ میرا دِل بہلانے کے لئے پیرس کی ایک حسین ترین دوشیزہ بھیج رہی ہے —— خط کے نیچے اُس نے لکھا تھا "تمہاری وفادار میبن ——"

اِس آخری جُملہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ مجھے میبن کی طرف سے اِس سنگ دِلانہ سلوک کی توقع نہیں تھی۔ میں نے اُس دوشیزہ کی طرف دیکھا۔ وہ واقعی بیحد حسین تھی اور میبن کا نعم البدل ثابت ہو سکتی تھی۔ میں نے دِل ہی دِل میں کہا۔ نہیں —— ہرگز نہیں —— میبن اگر بے وفا ہے تو ہونے دو۔ میں اُس سے بے وفائی نہیں کروں گا ——!' اپنا جی کڑا کر کے میں نے اُس لڑکی سے کہا —— یہ خط اپنی مالکہ کے پاس لے جاؤ۔ تمہیں اُس نے یُونہی یہاں بھیج دیا ہے ——!"

میں آپنے کپڑے پھاڑ کر مکان سے باہر نکل جانا چاہتا تھا۔ میں رقابت کی آگ میں جل رہا تھا۔

خط لانے والی دوشیزہ نے مجھے گھر سے باہر جاتے دیکھا تو وہ بولی ——
"میں جاکر اُنھیں کیا پیغام دُوں؟" اِس سوال نے مجھے مڑکر دیکھنے پر مجبور کر دیا۔
"جاؤ اپنی مالکہ سے جاکر کہہ دینا' اِس کے خط نے میرا دل توڑ دیا ہے —— ہاں اُن سے یہ بھی کہدینا کہ وہ میری مُصیبت پر زیادہ دِن ہنسنے نہیں پائیں گے۔ میں اُنھیں موت کی نیند سُلا دوں گا —— !"

میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اور پھر میں نے بے لبسی کے عالم میں ہاتھ کے اِشارے سے اُس دوشیزہ کو اپنے قریب بلایا —— "اِدھر آؤ —— تمُھیں میری تسکین کے لئے بھیجا گیا ہے۔ بتاؤ کیا تمہارے پاس مایُوسی اور بے بسی کا بھی کوئی دارو ہے؟ آؤ —— میرے قریب آؤ —— میرے آنسو پونچھ دو —— میرے قریب آ کر میرے کان میں کہو —— مجھے تم سے محبّت ہے —— !' شاید میں تُم سے مانُوس ہو جاؤں۔ ہو سکتا ہے، میں تمُہاری محبّت کا جواب محبت سے دُوں —— !" اُس لڑکی کی عمر بمشکل سولہ سترّہ برس کی ہو گی۔ وہ میرے اِس عجیب و غریب برتاؤ پر بُت بنی ہُوئی کھڑی تھی۔ وہ جھجکتی ہُوئی میرے قریب آگئی اور مجھے پیار کرنے لگی۔

دفعتًا میں نے اُسے اپنے سینے سے الگ کر دیا اور بولا —— "تُم مجھ سے کیا توقع رکھتی ہو ——؟ جاؤ تُم بھی ایک عورت ہو —— ! مجھے عورتوں سے نفرت ہے —— ! تمہارے چہرے کی دلآویزی کے نیچے فریب کاری اور مکّاری کی پرچھائیاں ہیں —— "

وہ لڑکی اُٹھ کر باہر جانے لگی تو میں نے اُسے پھر آواز دی ——— "جاتے ہوئے یہ تو بتاتی جاؤ کہ تمھیں کس غرض سے یہاں بھیجا گیا تھا؟"

اُس لڑکی نے مجھے بتایا کہ وہ مسٹر جی کو ایک مدت سے جانتی تھی۔ آج شام کو پانچ بجے مسٹر جی نے اُسے نئے مکان میں طلب کیا۔ جس وقت وہ اُس نئے مکان میں پہنچی تو مسٹر جی ایک خوبصورت خاتون کے ساتھ تاش کھیل رہے تھے۔ اُنھوں نے اُسے بتایا کہ میں تھیٹر کی عمارت کے سامنے ایک گھوڑا گاڑی میں ملوں گا۔ ملاقات ہونے پر یہ خط مجھے دینے کے لئے اُسے ہدایت کی گئی تھی۔ جب میں نے پوچھا کہ اُنھوں نے اُس سے کچھ اور تو نہیں کہا تھا؟ تو اُس لڑکی نے جواب دیا کہ اُسے یہ بھی ہدایت کی گئی تھی کہ وہ میرا دِل بہلائے میں یقیناً اس لڑکی کو قبول کر لوں گا ——— یہ سُن کر میں نے کہا ——— "پیاری! تمھیں دھوکہ دیا گیا ہے ——— تمھیں ایک دولت مند مرد کی ضرورت ہے ——— وہ مرد تمھیں یہاں میسر نہیں آسکتا۔ مسٹر جی کے یہاں لوٹ جاؤ۔ اُس کے پاس ہر ایسی چیز موجود ہے جس سے وہ خوبصورت عورتوں کے دِل پر فتح پا سکتا ہے۔ اُس کے پاس آراستہ مکان ہیں۔ گھوڑا گاڑیاں ہیں۔ عورتیں میری مُفلسی سے نفرت کرتی ہیں اور میری سادگی کا مذاق اُڑاتی ہیں۔"

اِس طرح میں نے طنز کے بے شمار تیر چھوڑے۔ آخر کار میں تھک گیا۔ میں سوچنے لگا ——— "میں مینن کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ پھر اُس بات کے لئے کیا رونا جس کا علم پہلے ہی سے ہو۔"

کیوں نہ مینن کو مسٹر جی سے زبردستی چھیننے کی کوشش کی جائے؟ نہیں ایسا کرنا تباہ کُن ہوگا ——— مینن نے میرا غم غلط کرنے کے لئے یہ لڑکی بھیجی ہے۔

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسے میرے غم والم کا اندازہ ہے۔ اِس خیال کے آتے ہی میں نے فیصلہ کیا کہ مینن سے ضرور ملوں گا۔ میں نے مینن سے ملنے کی یہ ترکیب سوچی — میں مسٹر جی کو ایک ضروری کام سے بلواؤں گا — وہ مجھ سے ملنے کے لئے روانہ ہوگا تو میں اُس کی غیر حاضری میں اُس مکان کے اندر چلا جاؤں گا۔ اِس طرح آدھ گھنٹہ تو مجھے مِل ہی جائے گا۔ وہ جب مقررّہ جگہ پر مجھے نہ پائے گا تو سیدھا اپنے مکان پر پہنچے گا لیکن اُس وقت تک میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہوں گا —

اُن کی بھیجی ہوئی لڑکی ابھی تک میرے کمرے میں تھی۔ میں نے اُس لڑکی کو ایک بھاری رقم دی۔ اُس کے گھر کا پتہ لکھ لیا اور اُس سے وعدہ کیا کہ آج ہی میں اُس کے یہاں ضرور آؤں گا۔

میں دراصل چاہتا تھا کہ وہ لڑکی گھر جا کر میرا انتظار کرے اور اس طرح مینن اور مسٹر جی کے یہاں نہ جائے — میں نے گھوڑا گاڑی کرایہ پر لی اور تیزی سے مسٹر ٹی کے یہاں پہنچا۔ اُسے سارا قصّہ سُنایا۔ وہ تو یہاں تک تیار ہو گیا کہ مسلح اشخاص کی مدد سے مینن کو مسٹر جی کے چنگل سے آزاد کرا لیا جائے — میں نے کہا ایسا کرنا تباہی کو دعوت دینا ہے — پھر میں نے اُسے اپنی تجویز سے آگاہ کیا۔ اُس نے اِس تجویز کو پسند کیا۔ وہ فوراً اِس بات پر آمادہ ہو گیا کہ وہ میری بجائے مسٹر جی کو ملاقات کے لئے بلوائے گا اور اُسے اپنے ساتھ دیر تک روکنے کی کوشش کرے گا۔

ایک شراب خانے سے مسٹر جی کو خط بھجوایا گیا۔ میں مسٹر جی کے مکان

وہ لڑکی اُٹھ کر باہر جانے لگی تو میں نے اُسے پھر آواز دی ـــــ "جاتے ہوئے یہ تو بتاتی جاؤ کہ تمہیں کس غرض سے یہاں بھیجا گیا تھا؟"

اُس لڑکی نے مجھے بتایا کہ وہ مسٹر جی کو ایک مدّت سے جانتی تھی۔ آج شام کو پانچ بجے مسٹر جی نے اُسے نئے مکان میں طلب کیا۔ جس وقت وہ اُس نئے مکان میں پہنچی تو مسٹر جی ایک خوبصورت خاتون کے ساتھ تاش کھیل رہے تھے۔ اُنھوں نے اُسے بتایا کہ میں تھیٹر کی عمارت کے سامنے ایک گھوڑا گاڑی میں ملوں گا۔ ملاقات ہونے پر یہ خط مجھے دینے کے لئے اُسے ہدایت کی گئی تھی۔ جب میں نے پوچھا کہ اُنھوں نے اُس سے کچھ اور تو نہیں کہا تھا؟ تو اُس لڑکی نے جواب دیا کہ اُسے یہ بھی ہدایت کی گئی تھی کہ وہ میرا دل بہلائے میں یقیناً اس لڑکی کو قبول کر لوں گا ـــــ یہ سُن کر میں نے کہا ـــــ "پیاری! تمہیں دھوکہ دیا گیا ہے ـــــ تمہیں ایک دولت مند مرد کی ضرورت ہے ـــــ وہ مرد تمہیں یہاں میسر نہیں آسکتا۔ مسٹر جی کے یہاں لوٹ جاؤ۔ اُس کے پاس ہر ایسی چیز موجود ہے جس سے وہ خوبصورت عورتوں کے دل پر فتح پا سکتا ہے۔ اُس کے پاس آراستہ مکان ہیں۔ گھوڑا گاڑیاں ہیں۔ عورتیں میری مفلسی سے نفرت کرتی ہیں اور میری سادگی کا مذاق اُڑاتی ہیں۔"

اِس طرح میں نے طنز کے بے شمار تیر چھوڑے۔ آخر کار میں تھک گیا۔ میں سوچنے لگا ـــــ 'میں مینن کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ پھر اُس بات کے لئے کیا رونا جس کا علم پہلے ہی سے ہو۔'

کیوں نہ مینن کو مسٹر جی سے زبردستی چھیننے کی کوشش کی جائے؟ نہیں ایسا کرنا تباہ کن ہوگا ـــــ مینن نے میرا غم غلط کرنے کے لئے یہ لڑکی بھیجی ہے۔

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسے میرے غم و الم کا اندازہ ہے۔ اِس خیال کے آنے ہی میں نے فیصلہ کیا کہ مینن سے ضرور ملوں گا۔ میں نے مینن سے ملنے کی یہ ترکیب سوچی ——— میں مسٹر جی کو ایک ضروری کام سے بلواؤں گا ——— وہ مجھ سے ملنے کے لئے روانہ ہو گا تو میں اُس کی غیر حاضری میں اُس مکان کے اندر چلا جاؤں گا۔ اِس طرح آدھ گھنٹہ تو مجھے مِل ہی جائے گا۔ وہ جب مقررّہ جگہ پر مجھے نہ پائے گا تو سیدھا اپنے مکان پر پہنچے گا لیکن اُس وقت تک میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہوں گا ———

اُن کی بھیجی ہُوئی لڑکی ابھی تک میرے کمرے میں تھی۔ میں نے اُس لڑکی کو ایک بھاری رقم دی۔ اُس کے گھر کا پتہ لکھ لیا اور اُس سے وعدہ کیا کہ آج ہی میں اُس کے یہاں ضرور آؤں گا۔

میں در اصل چاہتا تھا کہ وہ لڑکی گھر جا کر میرا انتظار کرے اور اِس طرح مینن اور مسٹر جی کے یہاں نہ جائے ——— میں نے گھوڑا گاڑی کرایہ پر لی اور تیزی سے مسٹر ٹی کے یہاں پہنچا۔ اُسے سارا قِصّہ سُنایا۔ وہ تو یہاں تک تیار ہو گیا کہ مُسلّح اشخاص کی مدد سے مینن کو مسٹر جی کے چُنگل سے آزاد کرا لیا جائے ——— میں نے کہا ایسا کرنا تباہی کو دعوت دینا ہے ——— پھر میں نے اُسے اپنی تجویز سے آگاہ کیا۔ اُس نے اِس تجویز کو پسند کیا۔ وہ فوراً اِس بات پر آمادہ ہو گیا کہ وہ میری بجائے مسٹر جی کو مُلاقات کے لئے بُلوائے گا اور اُسے اپنے ساتھ دیر تک روکنے کی کوشش کرے گا۔

ایک شراب خانے سے مسٹر جی کو خط بھجوایا گیا۔ میں مسٹر جی کے مکان

کے قریب ہی کھڑا تھا۔ جس وقت وہ مسٹر ٹی کا خط پاکر گھر سے باہر نکلا تو میں دبے پاؤں احاطہ میں داخل ہوا اور دروازہ پر جاکر ہلکی سی دستک دی۔ حُسنِ اتفاق سے ہماری پرانی خادمہ نے آکر دروازہ کھولا ـــ میں نے اپنے لبوں پر اُنگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر میں نے سرگوشی میں اُسے مبین کے کمرے تک لے چلنے کا حکم دیا۔

مبین اپنے کمرے میں ایک کتاب کا مُطالعہ کر رہی تھی۔ اُس عورت کا کردار کتنا عجیب و غریب تھا۔ وہ مجھے وہاں دیکھکر بالکل حیران نہ ہوئی۔ اُس نے کتاب پر سے نگاہ اُٹھاکر صرف اتنا کہا ”اوہ! تم ہو ـــ؟ میرے خدا تم واقعی بہت حوصلہ مند ہو! آج یہ کیسے توقع تھی کہ تم سے مُلاقات بھی ہو گی ـــ!“

میں بہت برہم تھا لیکن پھر بھی اُس سے کوئی کرخت بات کہنے کا مجھے حوصلہ نہ ہوا۔ میں دیر تک خاموش رہا اور وہ بھی مجھے خاموشی سے دیکھتی رہی۔

”اوہ مبین ـــــ! دغاباز اور فریب کار ـــــ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم سے کیا سلوک کروں؟ تم کانپ رہی ہو ـــ؟ میں تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچاؤں گا ـــ تمہاری بے وفائی نے میرا دِل توڑ دیا ہے ـــ یہ تیسری بار تم نے مجھے دھوکا دیا ہے ـــــ میں اِن باتوں کو کیوں کر بھول سکتا ہوں؟ تمہیں فوراً اپنے ارادہ کا اظہار کرنا چاہیئے کہ اب تم کون سا راستہ اختیار کرنا چاہتی ہو ـــــ؟ میں تمہارے وحشیانہ سلوک سے تنگ آگیا ہوں ـــ“

اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُس نے جھک کر اپنا سر میرے گھٹنوں میں ڈال لیا اور رونے لگی۔

"مینن ــــ اِن آنسوؤں سے کچھ نہ ہو گا۔ تم دراصل مجھے یہاں دیکھ کر گھبرا گئی ہو ــــ میں تمہاری مسرت کے راستہ میں ہمیشہ رکاوٹ بنا ہوں۔"

وہ میرے ہاتھوں پر بوسے دینے لگی "دغا باز عورت ــــ میں تمہارے وعدوں اور تمہاری قسموں پر اعتبار کرتا رہا ہوں۔ وہ محبت کہاں گئی جس کے متعلق تم آج تک دعویٰ کرتی رہی ہو!"

میں اِن سے زیادہ سخت الفاظ کہنا چاہتا تھا لیکن میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میرا خیال ہے کہ مجھ میں واقعی بہت سی برائیاں ہیں۔ میں نے تمہیں واقعی بہت دُکھ دیا ہے۔ خدا مجھے سخت سزا دے ــــ!"

اِن الفاظ پر میرا دل پسیج گیا۔ لیکن میں نے اپنی کمزوری کو دباتے ہوئے کہا ــــ "تم جھوٹی ہو ــــ ہمیشہ ایک بیسوا کی طرح جھوٹ بولتی آئی ہو ــــ اب میں تم سے کوئی واسطہ نہ رکھوں گا۔ تم اپنے نئے عاشق کے ساتھ خوش رہو۔"

اِن باتوں نے اُس پر بہت اثر کیا۔ وہ اُٹھ کر کرسی میں جا گری اور میری طرف خوف کے مارے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ اُس نے اپنی سانس تک روک لی۔ میں اُسے اِس حالت میں دیکھ نہ سکا۔ میں اُس کے قدموں میں جا گرا اور اپنی ہرزہ سرائی کے لئے اُس سے معذرت چاہنے لگا۔ اور پھر میں نے نہایت رقت انگیز لہجے میں کہا ــــ "کیا تم میرے ساتھ نہیں چلو گی ــــ؟"

وہ پہلے کچھ سوچتی رہی اور پھر اُس نے جواب دیا ـــــ ”اگر تم آتے ہی مجھ سے یہ سوال کرتے تو تمہیں اِس قدر غضب آلود ہونے کی زحمت نہ گوارا کرنی پڑتی۔ اِتنا ہنگامہ بپا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تم محض رقابت کی وجہ سے اِتنے پریشان ہو ـــــ شاید میرے اُس خط نے اور اُس لڑکی نے جِسے یہاں بھجوایا گیا تھا تمہیں بوکھلا دیا ہے ـــــ لیکن افسوس کہ تم معمولی باتوں کو بھی نہیں سمجھتے ہو۔۔۔۔ میری بات ضبط و سکون سے سنو، اور پھر اپنا فیصلہ صادر فرماؤ ـــــ کل جب میں یہاں آئی تو ایک ملکہ کی طرح میرا خیر مقدم کیا گیا۔ یہ محل کی طرح سجا ہوا گھر ـــــ یہ نوکر چاکر ـــــ گھر سے مُلحقہ اصطبل ـــــ شاندار گھوڑا گاڑیاں ـــــ اور پھر اُس نے آتے ہی مجھے دس ہزار فرانک دِیئے میں اِس جاہ و جلال میں کھو سی گئی۔ چاروں طرف دولت کے انبار لگے ہُوئے تھے۔ زیورات کی صندوقچی میں ہیرے اور جواہرات چمک رہے تھے۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ یہ شان و شوکت دیکھ کر میرے پائے اِستقلال میں لغزش آگئی۔ میں نے مسٹر جی کو تھیٹر جانے کی دعوت دینے کی بجائے تمہارے مُستقبل کی بات چھیڑ دی تاکہ ہم ایک دُوسرے سے مِل سکیں۔ میں نے اُس سے تمہاری بہت تعریف کی۔ اُس نے بھی یہ بات تسلیم کی کہ تم ایک نیک اِنسان ہو ـــــ اُس نے تمہیں ہر ممکن امداد دینے کا وعدہ کیا۔ میں تمہیں اِن باتوں سے آگاہ کرنا چاہتی تھی اسی لئے میں نے اُس لڑکی کے ہاتھ تمہیں خط بھجوایا تاکہ تم مجھے تھیٹر میں نہ پاکر کہیں کوئی تباہ کُن حرکت نہ کر بیٹھو ـــــ“ اُس نے اپنی کہانی ختم کی اور مزید کہا ـــــ ”آج جب مسٹر جی کو مسٹرٹی کا خط مِلا تو وہ بڑی ردّ و کد کے بعد یہاں

یہاں سے روانہ ہُوا۔ جاتے ہوئے وعدہ کر گیا کہ وہ ابھی لوٹ آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ میں تمہیں یہاں دیکھ کر پریشان ہو گئی اور میری حیرت بجا بھی تھی ـــــ"

اغوا

میں نے بہت ہی ضبط و تحمّل سے اُس کی کہانی سُنی ـــــ اُس کہانی میں میرے جذبات کو مجروح کرنے والی بہت سی باتیں تھیں۔ اُس کہانی سے اُس کا یہ ارادہ بھی ظاہر تھا کہ وہ مجھے دغا دینے کے لئے بالکل تیار ہے۔ اُس نے اپنے اِس ارادہ کو چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ میں اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرا رہا تھا کہ میں نے اُسے مسٹر جی کے ساتھ یہ کھیل کھیلنے کی اجازت کیوں دی ـــــ؟ مجھے مینی کی کمزوریوں کا علم تھا۔ وہ اُن کمزوریوں کے باوجود صاف گو اور ایماندار تھی۔ میں نے ایک بار پھر اپنا سوال دُہرایا۔

تم رات یہاں گذارنا چاہتی ہو یا میرے گھر میں؟"

کیوں کیا تمہیں میری تجویز پسند نہیں آئی؟ میں یہاں رہوں اور تم

گاؤں میں ——— ہاتھ آئی دَولت کیوں گنوا دیں ——— ہم ایک دُوسرے سے اکثر ملتے رہیں گے ———"

"میں تمہاری تمام باتیں آج تک مانتا آیا ہوں لیکن اب میں تمہاری کوئی بات سُننے کو تیار نہیں ہُوں ———!"

"اچھا تو چلو ——— یہ تو کہو دس ہزار فرانک اپنے ساتھ لے چلوں یا نہیں ؟ یہ رقم اُس نے مجھے دی ہے ۔ یہ رقم میری ہے !"

"نہیں ——— ہم اُس کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگائیں گے ———!" میں اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے کھینچنے لگا ۔ مجھے ڈر تھا کہ مسٹر جی لوٹ نہ آئے ، وہ مجھ سے مسلسل اِستدعا کرتی رہی کہ کچھ تو ضرور ساتھ لے جانا چاہیئے ۔ اُس نے میری بات مان لی تھی اِس لئے میں بھی اُس کی بات مان گیا ۔

ہم جانے کی تیاریاں ہی کر رہے تھے کہ دروازے پر دستک سُنائی دی ۔ مجھے یقین تھا کہ مسٹر جی لوٹ آئے ہیں ——— میں دروازے کے قریب گھات لگا کر کھڑا ہو گیا ——— میں نے دبی زبان میں کہا ———

"اگر یہ مسٹر جی ہُوا تو میں اس کا سر توڑ دُوں گا ———" میں نے دروازہ کھولا اور ہماری پُرانی خادمہ اَندر آئی ۔ اُس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا ۔ یہ خط مسٹر ٹی نے شراب خانہ سے بھجوایا تھا ۔ اِس خط میں اُس نے لکھا تھا کہ مسٹر جی اَپنے وَالد کے گھر مزید رُوپیہ لینے کے لئے گیا ہے ۔ وہ پھر یہیں اسی شراب خانہ میں آئے گا ۔ مجھے ایک نہایت ہی انوکھی ترکیب سُوجھی ہے اِسی لئے تمہیں یہ خط بھجوا رہا ہُوں ——— کتنا مزہ آئے اگر تم مسٹر جی کے مکان میں اپنی محبوبہ کے

ساتھ رات بسر کرو۔ صرف دو چار ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو مسٹر جی کو راستہ میں روک لیں اور اُسے اُٹھا لے جائیں۔ ساری رات اُسے کہیں بند رکھیں اور تم اُس کے مکان میں رات اپنی محبوبہ کے ساتھ گذار دو

میں نے یہ خط مینن کو دکھایا تو اُسے مسٹرلی کی تجویز بہت پسند آئی۔ میں نے اُسے ہزار سمجھایا کہ مسٹرلی کا یہ مشورہ اُن کے بچپنے کی دلیل ہے۔ لیکن مینن اِس تجویز پر لوٹ پوٹ ہوئی جا رہی تھی۔ جب میں نے اُس دشواری کا ذکر کیا کہ میں چار مسلح اشخاص کہاں سے حاصل کر سکوں گا تو اُس نے کہا مجھے سر توڑ کوشش کرنی چاہیئے۔ مسٹر جی کے آنے میں پورا ایک گھنٹہ ہے۔ وہ ابھی تک مسٹرلی کے خط کو پڑھ رہی تھی۔ وہ بولی —— "واہ کیا ترکیب سوجھی ہے۔ تم رات یہاں بسر کرو۔ مسٹر جی کے پلنگ پر سوؤ گے اور صبح کو اِس کی داشتہ اور اُس کے روپے کے ساتھ یہاں سے فرار ہو جاؤ گے —— اوہ میرے خدا! کتنا لطف آئے گا ——!"

میرا دِل گواہی دے رہا تھا کہ اگر میں نے اِس تجویز پر عمل کیا تو تباہی یقینی ہے لیکن مینن کی والہانہ مسرت کا بھی میں احترام کرنا چاہتا تھا۔ میں مینن کے بھائی لیکا کے دو تین فوجی دوستوں کو جانتا تھا۔ میں اُٹھ کر اُن میں سے ایک کے پاس پہنچا۔ جب میں نے اُنھیں اپنی تجویز سے اُسے آگاہ کیا تو وہ اُچھل پڑا۔ اُس نے مجھے یقین دلایا کہ کام نہایت معمولی ہے۔ اُسے نہایت آسانی سے سر انجام دیا جا سکتا ہے۔ اُس نے اِس کام کے عوض میں صرف بتیس فرانک طلب کئے۔ میں نے فوراً یہ رقم اُسے اپنی جیب سے نکال کر دیدی اور اُسے ہدایت کی کہ وہ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے۔ میں نے ایک اور ہدایت بھی کی کہ مسٹر جی کے ساتھ بُرا سلوک نہ کیا جائے۔

اُسے ہرگز ہرگز زدوکوب نہ کیا جائے۔

میں اُن سب کو اپنے ساتھ لے آیا۔ ہم مکان کے قریب ایک جھاڑی میں چھپ گئے۔ دُھندلکا پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ اِتنے میں مسٹر جی تیز تیز قدم اُٹھاتے ہُوئے مکان کی طرف جاتا دکھائی دیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور خود آنے والے منظر کو دیکھنے کے لئے جھاڑیوں میں دُبک گیا۔ لیکا کے دوست فوجی آگے بڑھے اور مسٹر جی کو گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ فوجیوں کے لیڈر کے ہاتھ میں پستول تھا ــــــ اُس نے مسٹر جی سے کہا۔

”ہم تمہارے رُوپے یا تمہاری جان کے دَرپے نہیں ہیں۔ سیدھی طرح ہمارے ساتھ چلے چلو ورنہ تمہارا بھیجا نکال کر رکھ دیں گے ــــــ!“

مسٹر جی نے چار ہٹے کٹے فوجیوں کو گھیرا ڈالے ہُوئے دیکھا تو اُس نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ وہ چُپکے سے اُن کے ساتھ ہو لیا۔ فوراً ہی اُس کے پاس کھڑی ہوئی گھوڑا گاڑی میں اُسے ڈال دیا گیا۔ جلد ہی گاڑی کے گھوڑے ہوا سے باتیں کرنے لگے۔

میں نے جا کر مین کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک اجنبی خادمہ نے آ کر دروازہ کھولا ــــــ میں نے فوراً بہانہ بنایا ــــــ ”مسٹر جی ایک ضروری کام کی وجہ سے رُک گئے ہیں۔ وہ رات کو دیر سے آئیں گے۔ اُنھوں نے یہ پیغام بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں محترم خاتون کے ساتھ رات کا کھانا کھاؤں تاکہ وہ تنہائی محسوس نہ کریں۔!“

خادمہ نے مجھے اندر آنے کی اجازت دے دی۔

کھانے کے دوران میں اور مینن نہایت سنجیدہ باتیں کرتے رہے۔ نوکروں کو ذرا بھی شک نہ ہوا کہ ہم ایک دوسرے کو پہلے سے جانتے ہیں۔ نوکر جب کھانا کھلا کر اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے تو ہم نے اپنی فتح پر ایک قہقہہ بلند کیا۔ میں نے اپنے پُرانے خادم کو حکم دیا کہ وہ ایک گھوڑا گاڑی صبح سویرے چھ ہی بجے لے آئے۔ ہم وہاں سے مُنہ اندھیرے ہی چل دیں گے۔ میں نوکروں کے سامنے اُس گھر سے رُخصت ہُوا لیکن اپنے پُرانے نوکر کی مدد سے عقبی دروازے کے راستے پھر اُسی مکان میں لوٹ آیا۔ آدھی رات کو جب میں اور مینن اپنے مُستقبل کے متعلق سُنہرے خواب گھڑنے میں مصروف تھے، اُس وقت تقدیر ہمارے سروں پہ لٹکی ہُوئی تلوار کی رسّی کاٹنے میں مصروف تھی اور یہ تلوار ہمارے سروں پہ گرنے والی تھی۔ اِس لئے کہ ہم سے ایک چُوک ہو گئی تھی ——

جس وقت فوجیوں نے مسٹر جی کے گِرد گھیرا ڈال دیا تھا اُس وقت کِسی کو یہ خیال تک نہ آیا تھا کہ مسٹر جی کے پیچھے اُس کا ایک خادم بھی آ رہا ہے۔ اُس خادم نے اپنے آقا کو محصُور دیکھا تو وہ اُلٹے پاؤں بھاگا اور سیدھا بُوڑھے مسٹر جی کے پاس پہنچا۔ اُس نے نوجوان مسٹر جی اور مینن کے تعلقات اور معاہدہ کا سارا قصّہ اُس بُڈّھے کھوسٹ کو جا سُنایا۔ بُوڑھا مسٹر جی فوراً پولیس تھانہ پہنچا اور پولیس کی مدد سے اُس نے سارا پیرس کھنگال ڈالا۔ جب اُسے اس کا بیٹا کہیں بھی نہ ملا تو اُس نے اِس مکان کا رُخ کیا جہاں اُس کا بیٹا مینن کو لایا تھا۔

ہم سونے کی تیاری کر رہے تھے کہ سامنے کا دروازہ کھُلا ـــــ بوڑھا مستری اور دو پولیس کانسٹیبل مکان میں داخل ہوئے ۔ اُسے دیکھتے ہی میری رگوں میں لہو جم گیا ۔ میں اپنی تلوار کی طرف لپکا ۔ پولیس کے سپاہیوں نے لپک کر مجھے نہتا کر دیا ۔

اِتنے میں بوڑھے مستری جی نے بھی مجھے پہچان لیا ـــــ "کیا میری آنکھیں مجھے دھوکہ تو نہیں دے رہی ہیں ؟ کیا میں واقعی شمشیر زن دے گرو کے سامنے کھڑا ہوں ـــــ اوہ اور تم معین ہو ـــــ !"

میں شرم سے زمین میں گڑا جا رہا تھا ۔ بوڑھا مستری جی کچھ دیر تک خاموش رہا اور بلند آواز میں بولا ـــــ "بدمعاش تو نے میرے بیٹے کو ہلاک کر دیا ہے ـــــ !"

"بوڑھے بدمعاش ! اگر مجھے کسی کو قتل کرنا ہوتا تو سب سے پہلے تمہارا سر دھڑ سے الگ کرتا ـــــ !" میں نے تُرکی بہ تُرکی جواب دیتے ہوئے کہا ۔

"پکڑ لو اِس بدمعاش کو ـــــ !" اُس نے سپاہیوں کو حکم دیا ـــــ "اگر تُم نے یہ نہ بتایا کہ میرا بیٹا کہاں ہے تو کل تمہیں پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا ۔!"

"سُوّر ! سب سے پہلے تو تجھے سُولی پر چڑھانا چاہیئے ـــــ میں جانتا ہوں تمہارا بیٹا کہاں ہے ۔ اگر تم نے مجھ پر ہاتھ اُٹھایا تو صبح سے پہلے پہلے تمہارے بیٹے کو موت کی نیند سُلا دیا جائے گا !"

مجھے فوراً اپنی غلطی کا اِحساس ہوا ۔ میں نے غصّہ میں یہ تسلیم کر لیا تھا کہ مجھے اِس کے بیٹے کی پناہ گاہ کا علم ہے ۔ بوڑھا کھوسٹ معین کی طرف بڑھا

جو پلنگ پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ بوڑھے کھوسٹ نے مینن سے بھی کچھ توہین آمیز باتیں کہیں اور دست درازی کرنا چاہی۔

"خبردار! تم نے جو اُسے ہاتھ لگایا!" بین نے صدائے احتجاج بلند کی۔

اِس کے بعد اُس نے نوکروں سے پوچھ گچھ شروع کر دی کہ اُس کا بیٹا کہاں تھا۔ کوئی نوکر یہ نہیں جانتا تھا کہ اُن کا نوجوان آقا کہاں ہے — جب بوڑھے مسٹر جی کی نظر ہمارے پرانے خادم پر پڑی تو اُس کی باچھیں کھل اٹھیں۔ ہمارا پرانا نوکر وفادار ضرور تھا لیکن ذرا سادہ لوح تھا۔ اُس نے مینن کو "ہوپی ٹل" سے رہا کرنے میں جو مدد دی تھی اُس کے ڈر سے اور بوڑھے مسٹر جی کی دھمکیوں سے گھبرا کر سارا راز اُگل دیا کہ ہم کس طرح نوجوان مسٹر جی کے ذریعہ اُسے لوٹنا چاہتے تھے۔

یہ بات معلوم کر کے بوڑھا کھوسٹ پھر ہمارے کمرے میں داخل ہوا جہاں سپاہی ہم کو گھیرے ہوئے تھے۔ وہ عقبی کمرے میں داخل ہوا۔ وہاں سے وہ زیورات اور نقدی نکال لایا۔ اُن زیوروں کو ہوا میں لہراتے ہوئے وہ ہمیں گالیاں دینے لگا اپنا غصہ اُنڈیلنے کے بعد اُس نے پھر طنز کے نشتر چبھونے شروع کر دیئے — "غریب بچارے — اِنھیں یہ زیور بہت پسند ہیں۔ اِنھیں ہتھیانے کی بچارے پہلے بھی کوشش کر چکے ہیں۔

غصہ سے میرا خون کھول رہا تھا۔ اگر مجھے ایک منٹ کے لئے بھی آزاد کر دیا جاتا تو میں اُس بڈھے کھوسٹ کے ٹکڑے کر دیتا۔ میں مجبور تھا سپاہیوں نے مجھے

بازوؤں سے پکڑ رکھا تھا۔ میں نے بے بسی کے عالم میں کہا ـــــ " یہ چرب زبانی بند کرو اور صاف صاف بتاؤ کہ اب تم کیا کرنا چاہتے ہو ـــــ ؟ "

" فی الحال تو میں کچھ بھی نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے سب سے پہلے اپنے بیٹے کو تلاش کرنا ہے۔ اس کے بعد تمہیں چیٹے لیبٹ لے جاؤں گا ـــــ ! "

چیٹے لیبٹ کا نام سنتے ہی میرے بدن میں جھرجھری دوڑ گئی۔ یہ جیل خانہ بہت بدنام تھا۔ یہاں سنگین مجرموں کو رکھا جاتا تھا۔ میں نے یہی مناسب سمجھا کہ تند خوئی اور ترش روئی کو ترک کر کے بوڑھے کھوسٹ کی خوشامد کی جائے تاکہ وہ اپنے اس ارادے سے باز رہے۔ میں نے فوراً پینترا بدلا ـــــ " حضور ـــــ لڑکپن میں ہم سے یہ غلطی ہوئی ہے ـــــ ہم نے آپ کو واقعی دھوکہ دیا ہے ـــــ شباب نے ہمیں اندھا کر دیا تھا ـــــ آپ شاید جانتے ہوں۔ محبت بری بلا ہے ـــــ ایک نوجوان سے اس کی محبوبہ چھین لی جائے تو اس کا پاگل ہو جانا ضروری ہے۔ آپ یہ سمجھتے ہوئے ہمیں معاف کر دیں گے۔ اگر آپ ہمیں آزاد کر دیں تو میں آپ کو اس جگہ لے چلوں گا جہاں آپ کا بیٹا اس وقت آرام کر رہا ہے ـــــ "

بوڑھا کھوسٹ میری ان التجاؤں پر نرم پڑنے کی بجائے زور سے ہنسا اور پیٹھ موڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس پر میری ان التجاؤں کا کوئی اثر نہ ہوا ـــــ

اس نے ویسی ہی سنجیدگی سے کہا ـــــ " میں تمہاری چالاکی سے اچھی طرح واقف ہوں ـــــ میرے بیٹے کو اگر قتل نہیں کیا گیا تو وہ خود ہی صحیح و سلامت گھر پہنچ جائے گا ـــــ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ـــــ "

اور پھر وہ سپاہیوں سے مخاطب ہوا ـــــ ان دونوں کو چیٹے لیبٹ لے جاؤ۔

اس شمشیر زن کا خیال رکھنا۔ یہ چیتے کی طرح تیز و طرار ہے۔ کہیں تمہیں جل دینے میں کامیاب نہ ہو جائے ——" یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔

میں اپنی بے کسی پر بلبلا اُٹھا۔ سپاہیوں نے ہم سے کہا کہ وہ زیادہ دیر تک انتظار نہیں کر سکتے۔ میں نے اپنا بازو نینی کے بازو میں ڈال دیا اور کہا —— "میری پیاری ملکہ چلو —— ہم مسکراتے ہوئے مصیبت کا سامنا کریں۔ شاید ایک دن خدا کو ہم پر ترس آئے اور وہ ہماری مسرت کا سامان فراہم کر دے ——

پھر جیل میں

ہم دونوں کو ایک ہی گھوڑا گاڑی میں لے جایا گیا مینن میری آغوش
میں گر پڑی۔ جب سے بُوڑھا مسٹر جی مکان میں داخل ہُوا تھا اُس نے اپنے
مُنہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا تھا۔ اب تنہائی ہونے پر اُس نے کہا ——
"میں بہت احمق ہُوں۔ میری وجہ سے تُمہیں تکلیف اُٹھانی پڑ رہی ہے۔
میں تمہاری مُصیبت کا باعِث ہُوں ——" میں نے اُسے یقین دِلایا کہ میں
اپنے مُقدّر کا کبھی گِلہ نہ کروں گا —— میں نے کہا —— "میری حالت قابلِ رحم
نہیں —— ترس تو تُم پر آتا ہے۔ میں چار پانچ مہینے کی قید سے نہیں ڈرتا ——
میں خُون کے آنسو روتا ہُوں جب مجھے یہ خیال آتا ہے کہ ایک حسین عورت کا کِتنا
دردناک انجام ہو رہا ہے۔ خُدا اپنی نازک ترین تخلیق سے اِتنا سخت سلوک

کیوں کر کر سکتا ہے!"

وہ خاموش رہی۔ میں نے اُس سے سوال کیا ــــ "سچ سچ بتاؤ کہ تم ہمیشہ مجھے یُوں ہی پیار کرتی رہو گی ــــ؟"

"جب تم مجھ سے یہ سوال کرتے ہو تو مجھے بہت رنج ہوتا ہے۔" وہ بولی۔

"اچھا میں یہ سوال نہ کروں گا ــــ مینن! اپنے خاندان کے اثر و رسوخ سے کام لے کر جلد جیل سے نکلنے کی کوشش کروں گا اور پھر تمہاری رہائی کے لئے دوڑ دھوپ کروں گا ــــ!"

ہمیں جیل خانہ کے قریب ایک دوسرے سے الگ کر دیا گیا۔ میں اِس بات کے لئے پہلے ہی سے تیار تھا۔ میں نے مینن کے پہریداروں کو اِنعام کا لالچ دے کر اُس کی خبر گیری اور دیکھ بھال کی سفارش کی۔ جُدا ہونے سے پہلے ہم ایک دُوسرے سے ہم آغوش ہوئے اور میں نے محبت سے اُس کا ہاتھ چُوم کر کہا۔

"میری پیاری گھبرانا نہیں۔ مصیبت کا بہادری سے مقابلہ کرنا۔ جب تک میں زندہ ہوں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ــــ"

میرے پاس کچھ روپے تھے۔ تھوڑی رقم میں نے اُس کے پہریداروں کو دے دی اور باقی رقم مینن کے حوالے کر دی۔ مجھے جیل خانہ میں ایک اچھا سا کمرہ دیدیا گیا۔ پہریداروں نے مجھے بتایا کہ مینن کو بھی ایک آرام دِہ کمرے میں رکھا گیا ہے۔

وہاں پہنچتے ہی میں نے اپنی رہائی کی تجاویز پر غور شروع کر دیا۔ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ چوری کا الزام بھی ہم پر عائد نہیں ہوتا تھا۔ اس لیئے کہ سامان تو کوئی چوری ہوا ہی نہیں تھا۔ ہم کوئی چیز لے کر مسٹر جی کے مکان سے فرار نہیں ہوئے تھے۔ کسی کا یہ گواہی دینا کہ ہم چوری کا ارادہ رکھتے تھے کوئی جرم نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا میں اپنے والد کو خط لکھوں گا اور اسے پیرس بلاؤں گا۔

میں اپنی اس قید پر نادم نہیں تھا، اس لیئے کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ میں نے اپنے والد کو خط لکھا۔ جیل خانے کے حکام نے اس خط پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ میرے والد خط ملنے سے پہلے پیرس پہنچ چکے تھے۔

وہ سب سے پہلے میرے دوست طبرجے سے ملے اور انھوں نے اس سے کہا کہ اگر میں واقعی بدل چکا ہوں اور اپنے کیئے پر نادم ہوں تو وہ ضرور میری مدد کریں گے۔ طبرجے کو یہ خبر ہی نہیں کہ میں کہاں ہوں۔ اس نے انھیں بتایا کہ میں ہنین کو بھول چکا ہوں اور یہ بات میرے حق میں سازگار ثابت ہوئی۔ میرے والد در اصل میرا پہلا خط پاکر پیرس آئے تھے جو میں نے طبرجے کے اصرار پر انھیں لکھا تھا۔ وہ مجھے دو دنوں تک پیرس میں ڈھونڈتے رہے۔

اسی دوران میں لیفٹیننٹ جنرل پولیس تفتیش کے لئے وہاں آیا۔ اس نے مجھ سے کئی سوالات کیئے۔ لیفٹیننٹ جنرل پولیس کا لہجہ سخت گیر نہیں تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ میں نے بوڑھے مسٹر جی کو اپنا دشمن بنا کر زندگی

کی بہت بڑی غلطی کی ہے ۔ میں نے اِس کے تمام سوالات کا جواب بہت احترام کے ساتھ دیا ۔ اُس نے مہربانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ میری خاندانی شرافت اور میرے شباب کو ملحوظ رکھتے ہوئے میری حتی الامکان مدد کرے گا ۔۔۔ میں نے اُس سے مینن کی سفارش کی تو وہ زور سے ہنسا ۔ اُس نے مجھے بتایا کہ وہ مینن سے ابھی نہیں مِلا ہے ۔ لوگوں سے اُس نے سُنا تھا کہ وہ ایک خطرناک عورت ہے ۔ یہ سُن کر میں نے مینن کی صفائی میں ایک زوردار تقریر شروع کر دی جس پر اُس نے پہریداروں کو مجھے واپس کمرے میں لے جانے کا حکم دیا ۔ جس وقت میں اپنے کمرے میں لوٹ رہا تھا تو پولیس افسر زیرِ لب کہہ رہا تھا ۔

"محبت ۔۔۔ محبت کب عقل و خرد سے کام لے گی ؟"

جیسا کہ مجھے بعد میں معلوم ہوا میرے والد کو پیرس میں اپنے دو روزہ قیام کے بعد اِس بات کا عِلم ہو گیا کہ میں چینٹے لیٹ کے قید خانے میں ہوں ۔

میں پولیس افسر سے مُلاقات کے بعد اپنے کمرے میں واپس آ کر اُس کے سوالات اور اپنے جوابات کا تجزیہ ہی کر رہا تھا کہ میری کوٹھری کا دروازہ کھُلا اور میرے والد اندر داخل ہوئے ۔ اُن کی آمد میرے لئے بالکل غیر متوقع تھی ۔ میں اُنھیں وہاں دیکھ کر حیران رہ گیا ۔ اگر اُس وقت زمین پھٹ جاتی تو میں اُس میں سما جاتا ۔ وہ چُپکے سے میرے کمرے میں آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئے ۔ ابھی تک ہم دونوں خاموش تھے ۔

میں سر جھکائے کھڑا تھا ـــ "بیٹھ جاؤ جناب۔ بیٹھ جاؤ ـــ!" میرے والد نے سخت گیر لہجہ میں مجھے حکم دیا۔ یہ تمہاری اوباشی اور رُوسیاہی کی مہربانی ہے کہ مجھے جلد یہ معلوم ہو گیا تم یہاں ہو ـــ تم تیزی سے پستی کے گڈھے میں گرتے جا رہے ہو ـــ!"

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔

والد نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا ـــ "ایک باپ اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے۔ اپنے بیٹے کو ایک بہتر انسان بنانے کے لئے خون پسینہ ایک کر دیتا ہے۔ بعد میں اُسے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک بدمعاش کی پرورش کر رہا ہے ـــ اُسے یہ خبر ہی نہیں ہوتی کہ اُس کا بیٹا اُس کی ذلت و رسوائی کا باعث بنے گا! کیا تم اپنی زبان سے کچھ بھی نہ کہو گے۔؟"

میں دل ہی دل میں سمجھ رہا تھا کہ میں والد کی اِس ملامت کا مستحق ہُوں پھر بھی میرا ذہن احتجاج کر رہا تھا کہ والد حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔ یک بیک مجھے خیال آیا کہ مجھے اپنا نقطۂ نظر آسان اور سادہ لفظوں میں بیان کر دینا چاہیئے ـــ میں نے نہایت ہی نرم لہجے میں کہا ـــ "جناب میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کی عزّت کرتا ہوں۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ میں کوئی نیک اِنسان نہیں ہوں۔ آپ بخوشی طعن و ملامت کر سکتے ہیں۔ میں آپ سے اِلتجا کروں گا کہ آپ مجھ سے ذلیل مجرموں کا سا سلوک نہ کریں۔ آپ نے جن خطابات سے مجھے یاد کیا ہے میں اِن کا مستحق نہیں ہُوں۔ صرف محبّت ہی میرا گناہ ہے۔ محبت ایک مُہلک

جذبہ ہے۔ آپ اُس کی قوّت سے اِنکار نہیں کر سکتے۔ میری رگوں میں آپ کا خون ہے۔ کیا آپ نے محبّت کی گرمی کبھی محسوس نہیں کی ؟ محبت نے مجھے بہت نرم کر دیا ہے — اندھا بنا دیا ہے۔ بس یہی میرا قصور ہے۔"

اور پھر میں نے گڑگڑاتے ہوئے کہا — "ابّا اپنے بیٹے پر ترس کھاؤ — !" میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

باپ کا دِل ہمیشہ نرم ہوتا ہے۔ میرے وَالد ایک ذہین آدمی تھے۔ میں نے جس انداز میں اُن سے معافی طلب کی وہ اس سے بہت متاثر ہوئے — "اِدھر آؤ بیٹیا! آؤ میرے رُخسار پر بوسہ دو! میرے غریب بیٹے! مجھے تمہاری حالت پر ترس آرہا ہے۔ اور افسوس بھی ہو رہا ہے۔ تم مجھے کہو میں تمہیں یہاں سے رِہائی کیونکر دلا سکتا ہوں۔ مجھے سارا قِصّہ سُناؤ۔ کسی بات کو چھپانے کی کوشش نہ کرنا — !"

میں نے اپنی گذشتہ زندگی کی ساری داستان بِلا جھجک سُنا دی۔

"میں مانتا ہوں کہ میں اپنی داشتہ کے یہاں رہتا ہوں۔ لیکن پیرس میں بہت سے امیروں کی اپنی اپنی ایک داشتہ ہے۔ میں نے پیرس کے بہت سے رؤسا کا اِس سِلسلے میں نام لیا — "میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ میں جوا کھیلتا رہا ہوں لیکن پیرس میں بہت سے ایسے دولت مند ہیں قمار بازی جِن کا کاروبار ہے — " یہاں بھی میں نے پیرس کے بہت سے رؤسا کے نام گِنوائے — "لیکن میں یہ ماننے کو ہرگز تیار نہیں ہوں کہ میں نے مسٹر جی کے زیورات چُرانے کی کوشش کی۔ لیفٹیننٹ

جنرل پولیس بہت مہربان ہیں۔ اُنھیں بھی یقین ہے کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اگر آپ اُن سے جا کر ملیں تو میں جلد رہا ہو سکتا ہوں ——"

میرے والد نے مجھ سے وعدہ کیا وہ پولیس افسر سے ضرور ملیں گے۔ میں نے مبین کی سفارش کرنا چاہی لیکن جان بوجھ کر میں ایسا کرنے سے باز رہا۔ مجھے یہ گمان گزرا کہ اگر میں نے مبین کا نام لیا تو کہیں بنا بنایا کھیل نہ بگڑ جائے —— میں اگر رہا نہ ہوا تو مبین بھی کبھی رہا نہ ہو سکے گی۔ اِس ڈر سے میں اُس کا نام اپنی زبان پر نہ لایا۔ میں آج اپنے آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کہیں میرا یہ خوف ہی میری تباہی کا باعث تو نہیں بن گیا ——؟

کاش! میں اُس وقت اپنے والد سے اپنی مصیبت زدہ محبوبہ کا کھل کر ذکر کر دیتا —— عین ممکن تھا کہ اُن کا دل پسیج جاتا۔

میرے والد مجھ سے مل کر سیدھے بوڑھے مسٹر جی کے یہاں گئے۔ بوڑھے مسٹر جی کا نوجوان بیٹا بھی اُس وقت گھر میں تھا۔ پولیس نے اُسے ڈھونڈ نکالا تھا۔ مجھے آج تک یہ خبر تو نہیں ہو سکی کہ میرے والد اور مسٹر جی کے درمیان کیا گفتگو ہوئی؟ میں اِتنا جانتا ہوں کہ مسٹر جی اور میرے والد دونوں لیفٹیننٹ جنرل پولیس کے پاس گئے۔ اُنھوں نے پولیس افسر سے دو مطالبات کئے۔ مجھے فوراً رہا کر دیا جائے اور مبین کو عمر بھر جیل میں رکھا جائے، یا اُسے امریکہ بھجوا دیا جائے ——!

اُن دنوں ناپسندیدہ اشخاص کو امریکہ بھیج دیا جاتا تھا۔ لیفٹیننٹ جنرل پولیس نے اُن سے وعدہ کیا کہ وہ پہلے ہی جہاز سے مبین کو امریکہ بھجوا دیگا۔

مسٹر جی اور میرا والد دونوں ایک ساتھ میرے پاس آئے اور اُنھوں نے مجھے میری رہائی کی خوشخبری سُنائی۔ مسٹر جی کے رویّہ میں حیرت انگیز تبدیلی آگئی تھی۔ اُنھوں نے مجھ سے بہت ہی شائستگی سے باتیں کیں۔ مجھے مُبارکباد دی کہ میں ایک نیک باپ کا بیٹا ہوں۔ مجھے اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیئے۔ میرے والد نے مجھے حکم دِیا کہ میں اپنی خطاؤں کے لئے مسٹر جی سے معافی مانگوں۔

میبن کا ذکر کئے بغیر ہم سب اُس جیل خانہ سے نکلے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ لیفٹیننٹ جنرل پُولیس نے احکام صادر کر دیئے تھے اور میبن کو میری رہائی کے ایک گھنٹہ بعد ہی "ہوپی ٹل" پہنچا دیا گیا تھا۔ میرے والد نے مجھے مجبور کیا کہ میں اُس گھر میں قیام کروں جہاں وہ خود ٹھہرے ہُوئے تھے۔ شام کے چھ بجے مجھے اُس گھر سے کھسک آنے کا موقع مِلا۔ میں سیدھا چلٹیے لیٹ پہنچا۔ میں میبن کو یہ پیغام پہنچانے آیا تھا کہ وہ گھبرائے نہیں۔ میں اُس کے پہریدار سے مِلا تو اُنھوں نے مجھے یہ اندوہناک خبر سُنائی کہ میبن وہاں سے جا چکی ہے اور اب اِس وقت "ہوپی ٹل" میں ہے۔ میں اپنا کلیجہ مسل کر رہ گیا۔ میں اپنے پاگل پن میں خودکُشی کی سوچنے لگا لیکن محبّت بہت طاقتور ہوتی ہے۔ وہ مُعجزے کر دکھاتی ہے۔ محبّت نے مجھے اِس پاگل پن سے نجات دِلائی اور میں جلد ہوش میں آگیا۔ میں نے اپنے آپ کو ملامت کی کہ میں یہ کیا کرنے والا تھا۔ اگر میں خودکُشی کر لیتا تو میبن کو اُس کی مُصیبت سے نجات دلانے والا کون تھا ــــــ میں نے وہیں قسم کھائی کہ میں میبن کو "ہوپی ٹل"

سے رہا کرانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دوں گا ــــــ

مجھے پہریداروں نے بتایا کہ میرے والد اور مسٹر جی نے مل کر میری محبت کا گلا گھونٹ دینے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔ انھوں نے پولیس افسر کو مجبور کیا ہے کہ مینن کو "ہوپی ٹل" بھیجا جائے ــ میرے دل میں اپنے والد اور مونیسور جی کے خلاف نفرت کا طوفان اُٹھ رہا تھا۔ میں ایک مسلح گروہ کے ساتھ سب سے پہلے اپنے والد، مونیسور جی اور پولیس افسر پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ انھیں ٹھکانے لگا کر "ہوپی ٹل" پر دھاوا بولنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ جب میرا غصہ ٹھنڈا پڑا تو میں نے سوچا اِس اقدام سے مینن کی رہائی ناممکن ہو جائے گی۔ البتہ روپیہ میری مدد کر سکتا تھا۔ میرے پاس ابھی تک کچھ روپیہ تھا کوئی قدم اُٹھانے سے پہلے مجھے طبرجے کا خیال آیا۔ جلد ہی میں نے اُسے رد کر دیا۔ اُس کے پاس جانا فضول تھا۔ وہ کبھی مینن کے فرار کی صلاح نہیں دے سکتا۔ طبرجے کے بعد مجھے مونیسورٹی کا خیال آیا۔ ہاں! اُس سے کوئی کارآمد مشورہ ضرور مل سکتا ہے۔ میں نے راستے میں پھر اپنا ارادہ بدل دیا۔ میں نے طبرجے سے ملنا بھی ضروری خیال کیا ــ میں چند منٹوں میں سینٹ سپلس کے کلیسا میں پہنچ گیا۔ طبرجے دوڑتا ہوا آیا۔ اُس کی باتوں سے مجھے پتہ چلا کہ وہ میرے تازہ حالات سے واقف نہیں ہے۔ اِس لئے میں نے اُسے بتایا کہ میری اپنے والد سے صلح ہو گئی ہے۔ میں اپنے والد کے گھر جا رہا ہوں۔ گھر جانے سے پہلے مجھے پیرس کے کچھ لوگوں کے قرضے ادا کرنے ہیں اِس لئے مجھے کچھ روپوں کی ضرورت ہے۔

وہ بہت خوش ہوا کہ میں اپنے والد کے گھر جا رہا ہوں۔ اُس نے فوراً اپنا بٹوہ نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ اُس میں چھ سو فرانک تھے۔ میں نے پانچ سو فرانک لے لئے۔ میں نے اُسے اِس رقم کی رسید لکھ کر دینا چاہی لیکن اُس نے رسید لینے سے انکار کر دیا۔

طرجے سے مِل کر میں مونیسورٹی کے یہاں پہنچا۔ میں نے اُسے اپنی مُصیبت کی داستان سُنائی تو وہ خاموش رہا۔ وہ پہلے ہی تمام واقعات سے آشنا تھا۔ جب میں نے مینن کی رہائی کے لئے اُس سے امداد طلب کی تو اُس نے صاف اِنکار کر دیا۔ وہ بولا ——— "اب مینن کو" ہوپی ٹل" سے نجات دِلوانا بہت ہی دُشوار ہے۔ اُسے کڑے پہرے میں رکھا جا رہا ہے اور لیفٹیننٹ جنرل پولیس نے کڑی نگرانی کے حُکم صادر کر دیئے ہیں۔ تمہیں بھی اِس خیال کو چھوڑ دینا چاہیئے۔"

جب اُس نے مجھے ناراض دیکھا تو اُس نے کہا ———

"اب تو صرف ایک ہی راستہ ہے۔ جس وَقت مینن کو امریکہ بھیجنے کے لئے بندرگاہ تک لے جایا جائے گا۔ اُس وَقت اُس کے محافظوں پر حملہ کر کے مینن کو آزاد کرایا جا سکتا ہے ——— اگر میرے حالات مجھے اجازت دیتے تو میں بھی اُس حملہ میں ضرور شریک ہوتا۔"

یہ کہہ کر اُس نے میری طلب کے بغیر ہی اپنے بٹوہ سے ایک ہزار فرانک نکال کر مجھے دیدیئے اور بولا ——— "تمہیں رُوپوں کی ضرورت پڑے گی۔ تمہارے اچھے دِن لوٹ آئیں تو مجھے یہ رقم بھی لوٹا دینا ———

اُس کی اِس مہربانی پر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مسٹر ٹی کے یہاں سے میں واپس آیا تو میرا جی نہ چاہا کہ میں اُس مکان میں جاؤں جہاں میرا والد قیام پذیر ہے مجھے یقین تھا کہ میں اگر وہاں گیا تو میرا والد مجھے زبردستی اپنے گاؤں کے مکان میں لے جائے گا اور میں وہاں محبوس ہو کر رہ جاؤں گا ——— لیکن والد کو اطلاع دیئے بغیر پھر غائب ہو جانا بھی خطرناک تھا۔ اُس وقت مجھے ایک ترکیب سوجھی۔ میں نے اپنے والد کو ایک خط بھجوایا کہ میں ایک ضروری کام سے رُک گیا ہوں اور کل لکسمبورگ میں صبح کو اُن کا انتظار کروں گا ———

صبح کو میرے والد ایک مُلازم کے ہمراہ نمودار ہوئے۔ میں جس سرائے میں ٹھہرا ہوا تھا وہاں سے اُنھیں دُور ایک تنہا جگہ میں لے گیا۔ اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے میں نے اپنی تقریر کا آغاز کیا ——— "آپ ایک بہت اچھے باپ ہیں۔ آپ نے میری حماقتوں کے باوجود کمال مہربانی کا ثبوت دیا ہے ——— خُدا شاہد ہے کہ میں آپ کا فرماں بردار بیٹا ہوں۔ میں آپ کا احترام کرتا ہوں لیکن آپ نے ایک بہت بڑا ظلم کیا ہے ——— آپ نے مینن کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ——— آپ بُوڑھے مونلیبورجی کی باتوں میں آ گئے جس نے مینن کے متعلق آپ سے غلط بیانی کی ہے۔ آپ نہیں جانتے وہ کتنی نیک عورت ہے ——— مجھے افسوس ہے کہ آپ نے اُسے کبھی دیکھنے کی خواہش تک کا اظہار نہیں کیا۔ اگر آپ ایک بار اُس سے مل لیتے تو آپ یقیناً اُس کی طرفداری کرتے۔ آپ کو مسٹر جی کی ریشہ دوانیوں پر غصہ آتا۔ میں آپ سے سچ کہہ رہا ہوں اگر مینن کو امریکہ بھیج دیا گیا تو میں ایک لمحہ کے لئے بھی زندہ نہ رہوں گا ———!"

"میں تمہاری بہت باتیں سُن چکا ہوں۔ قابلِ نفریں زندگی سے موت زیادہ بہتر ہے" —— وہ سخت گیر لہجے میں بولے۔

میں اُن کے قدموں پہ گر پڑا۔ "ابا اگر تمہارے دِل میں محبّت اور شفقت کا ایک ذرہ بھی باقی ہے تو اتنے سنگدل نہ بنو —— اِس بات کو فراموش نہ کرو کہ میں تمہارا بیٹا ہوں —— میری ماں کا خیال کرو جسے آپ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اگر اُسے تم سے کوئی چھین کر لے جاتا تو کیا تم اُسے برداشت کر سکتے تھے —— ؟ تم نے اپنی جان دے کر بھی اُس کی حفاظت کی ہوتی۔ کیا انسان محبّت کے جذبات سے شناسا ہو کر بھی اتنا سنگدل ہو سکتا ہے ؟"

"اپنی ماں کا نام نہ لو ——" میرے والد نے خشم آگیں لہجے میں کہا۔ "کاش وہ آج زندہ ہوتی جاؤ میں تمہاری کوئی بات نہیں سُننا چاہتا تم مجھے غصہ دلا رہے ہو —— میں گھر جا رہا ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرے ساتھ چلو —— !

اُس کے لب و لہجہ سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اپنے ارادے سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹے گا —— میں نے مایوس ہو کر کہا —— "اِس حالت میں میرا تمہارے ساتھ گھر جانا غیر ممکن ہے تم جلد میری موت کی خبر سُنو گے۔ خدا حافظ —— !"

"اچھا تو تم میرے ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں ہو —— ؟ بہت اچھی بات ہے جہنّم میں جاؤ۔ خدا حافظ —— ! اِحسان فراموش اور باغی بیٹے !"

"خدا حافظ —— سنگدل اور ظالم باپ !"

جدو جہد

میں پاگلوں کی طرح پیرس کی سڑکوں پر دوڑتا رہا۔ میں مسٹر لی کے گھر کے قریب آ کر رُک گیا۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ——

”اے خدا! کیا تو بھی انسانوں کی طرح سنگدل اور ظالم ہے؟ اب تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں ہے —— !“

مسٹر لی گھر پہ نہیں تھے۔ دس منٹ کے بعد وہ مجھے سڑک پر آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہ بھی ناکام لوٹے تھے۔ وہ نوجوان مسٹر جی سے مل کر آتے تھے۔ نوجوان مسٹر جی کو مینن یا مجھ سے کوئی عداوت نہیں تھی لیکن وہ اپنے والد سے التجا کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔

میں نے مسٹر لی سے اجازت چاہی اور وہاں سے لوٹ آیا۔ اب مجھے

صرف اپنی قوتِ بازو کا بھروسہ تھا۔

مجھے اُس فوجی کا خیال آیا جس سے میں نے مسٹر جی کے اغوا میں مدد طلب کی تھی۔ میں رات اُس کے یہاں بسر کرنا چاہتا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اُس نے دوستانہ خیر مقدم کے بعد مجھے ہر طرح کی امداد دینے کا یقین دلایا۔ میں نے بہت وضاحت سے اُسے اپنی تمام تجویز سے آگاہ کیا۔ اُس نے اُن تین فوجیوں کا ذکر کیا جو مسٹر جی کے اغوا کے دوران اُس کے ساتھ تھے۔ اُس نے بتایا کہ وہ قابلِ اعتماد ہیں۔ اور ہرگز دھوکہ نہیں دیں گے۔ اُس نے پوچھا ـــــ "کتنے سپاہی مینن اور دوسری عورتوں کو بندرگاہ تک لے جائیں گے؟" مسٹر ٹی نے مجھے بتایا کہ اس کام پر چھ سپاہی تعینات کئے گئے ہیں۔ وہ فوجی یہ جواب پا کر بولا ـــ "پانچ آدمی اُنھیں ڈرا کر بھگا دینے کے لئے کافی ہوں گے۔ لیکن تیاری کے لئے رُوپیہ چاہیئے۔ فوجی اپنی وردیوں میں تو جا نہیں سکتے۔ اُن کے لئے شہریوں کے سے کپڑے چاہئیں۔ ہر ایک کے پاس ایک بندوق ہونی چاہیئے۔ بہر حال کل میں یہ ساری چیزیں فراہم کر لوں گا ـــــ"

میں نے ایک ہزار فرانک جو مسٹر ٹی سے لئے تھے اُس کے حوالے کر دیئے۔ دُوسرے دن وہ سب کے سب خرچ کر دیئے گئے۔ میں نے اُن کی مزید حوصلہ افزائی کے لئے دُوسرے دن اُنھیں سو سو فرانک دیئے۔

وہ دن آ پہنچا جب مجھے اُن کی خدمات کی ضرورت تھی۔ ایک آدمی کو صُبح سویرے ہی "ہوٹل" بھیج دیا گیا تاکہ وہ اِس بات کا پتہ چلائے

کہ سپاہی کب عورتوں کو لے کر وہاں سے نکلنے والے ہیں؟ مجھے جلد ہی اِس بات کا علم ہو گیا کہ بہن کو نارمنڈی کے راستہ بندرگاہ تک لے جایا جائے گا۔ شہر سے باہر نکلتے ہی ہمیں چھ سپاہی اور دو گاڑیاں نظر آئیں۔ اُن دو گاڑیوں میں تقریباً ایک درجن عورتیں بند تھیں۔ ہمارے گروہ نے ایک راستے میں ایک جنگی اجلاس منعقد کیا جِس میں حملہ کے طریقوں پر غور کیا گیا۔ فیصلہ ہُوا کہ اُن پر اچانک دھاوا بول دیا جائے۔ تاکہ اُنھیں پاؤں جمانے کا موقع نہ ملے۔ میں نے پیش قدمی کی۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُن کر سپاہی چوکنے ہو گئے اُنھوں نے اپنی بندوقوں میں سنگینیں لگالیں اور وہ مورچہ باندھ کر بیٹھ گئے میرا خیال تھا کہ میرے ساتھی سپاہیوں کی اِس تیاری سے جوش میں آجائیں گے لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی، میں نے جب یہ دیکھا کہ اُن کی آنکھوں ہی آنکھوں میں اِشارے ہُوئے اور وہ اپنے گھوڑے موڑ کر شہر کی طرف سرپٹ بھاگنے لگے۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ مجھے دھوکا دیا گیا ہے۔ میین کے بھائی کا دوست میرے ساتھ تھا۔ اُس نے گالیاں دیتے ہُوئے کہا ــــــ

"ہم دو ہی رہ گئے ہیں۔ ہم دو اِن کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں پیرس چل کر نئے آدمی تلاش کرنے چاہئیں ــــ"

میں بہت مایوس ہو چکا تھا۔ میں نے اپنے ساتھی کا شُکریہ ادا کیا اور اُس سے کہا ــــــ "ہر آدمی مجھے دھوکہ دینے پر تُلا ہوا ہے۔ میں اَب کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ میرے دوست! تُم بھی لَوٹ جاؤ اور مجھے میری قسمت کے حوالے کر دو ــــــ"

وہ تھوڑی دیر کے لئے ہچکچایا ـــــ میں نے اُسے تذبذب کے عالم میں دیکھ کر کہا ـــــ "میرے دوست! تمہاری یہاں موجودگی خطرے سے خالی نہیں ـــ سپاہیوں کو یہ گمان گذرے گا کہ ہم اُن پر حملے کرنے والے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گولیوں کا مینہہ برسانا شروع کر دیں۔ اِس لئے تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ ـــــ"

یہ سُن کر اُس نے بھی اپنے گھوڑے کو شہر کی جانب سرپٹ ڈال دیا۔ اُس کے جانے کے بعد میں سپاہیوں کے قریب پہنچا۔ وہ اپنی بندوقیں تانے ہوئے کھڑے تھے ـــــ "دوستو! میں تم سے جنگ آزمائی کے لئے نہیں آیا ـــ میں تو تم سے ایک رعایت مانگنے آیا ہوں" ـــ جب وہ میری طرف سے مطمئن ہو گئے کہ میں کوئی حملہ نہیں کرنا چاہتا تو وہ اپنے راستے پر ہو لئے۔ میں نے راستہ میں اُنھیں بتایا کہ میں اُن سے کیا رعایت چاہتا ہوں۔ اُنھوں نے تھوڑی دیر تک آپس میں مشورہ کیا اور پھر اُن کے لیڈر نے مجھ سے کہا ـــــ "تم جس عورت سے چاہو بات کر سکتے ہو لیکن ایک گھنٹے کے ہم دس فرانک لیں گے ـــــ" میں نے جان بوجھ کر اُن پر ظاہر نہ ہونے دیا کہ میں مینن سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ اِس لئے کہ میں جانتا تھا اگر اُنھیں یہ علم ہو گیا کہ میں مینن سے گہرا لگاؤ رکھتا ہوں تو وہ قیمت چڑھا دیں گے۔ پہلے تو اُنھیں یہ خیال گذرا کہ میں ایک رنگیلا اور بانکا نوجوان ہوں محض تفریح کے لئے اُن سے یہ سودا کر رہا ہوں لیکن جب اُنھیں یہ معلوم ہو گیا کہ میں مینن کی محبت میں مبتلا ہوں

تو اُنھوں نے نرخ تیز کر دیئے۔ میرا بٹوہ پیسی گاؤں تک پہنچنے سے پہلے ہی خالی ہو گیا۔

میں سے راستہ میں جو گفتگو ہوئی میں اُسے بیان نہیں کر سکتا۔ بیچاری کو کمر تک زنجیروں سے لاد دیا گیا تھا۔ وہ تنکوں کے ڈھیر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بہت تھکی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ بار بار اپنا سر گاڑی کے تختے پر رکھ دیتی تھی۔ اُس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ اُس کی آنکھوں کے پپوٹے شب بیداری سے بوجھل ہو رہے تھے۔ اُس کے میلے رُخساروں پر آنسوؤں کی لکیروں کے نشان تھے۔ اُس کے کپڑوں پر میل جمی ہوئی تھی اور اُن سے بُو آ رہی تھی۔ ساری دُنیا جس عورت کی پرستار تھی اب اُسے کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ میں اُس کی گاڑی کے ساتھ ساتھ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا رہا۔ اُس کی صورت کی طرف دیکھ کر میرے دِل میں ٹیسیں اُٹھتی۔ کئی بار تو میں گھوڑے پر سے گرتے گرتے بچا۔ پہلی بار جب اُس نے مجھے اپنے قریب پایا اور پہچان لیا تو اُس نے بے اختیار ہو کر گاڑی سے چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن اُس کی زنجیریں اُسے جکڑے ہوئے تھیں۔ وہ بے بس ہو کر گاڑی میں گر پڑی۔ میں نے سپاہیوں کو لالچ دے کر اُس کے قریب بیٹھنے کی اجازت مانگی۔ میں اُس کے قریب جا بیٹھا لیکن اُس میں زبان تک ہلانے کی سکت نہیں تھی۔ ندامت اور رنج نے اُس کی ساری قوت سلب کر لی تھی۔ میں اُس کی یہ حالت دیکھ کر رو پڑا۔ جب اُسے ہوش آیا تو اُس نے اپنے لب کھولے۔ اُس کی آواز اِتنی نحیف اور کمزور تھی کہ میں اُس کی

باتوں کا مفہوم ہی نہ سمجھ سکا۔ اُس نے میرا شکریہ ادا کیا کہ میں اُسے بھولا نہیں۔ وہ خوش تھی کہ میں اُسے الوداع کہنے آیا ہوں۔ جب میں نے اُسے یقین دلایا کہ میں اُس سے ہرگز ہرگز جدا نہ ہوں گا اور دُنیا کے ایک سرے سے دُوسرے سِرے تک اُس کے ساتھ جاؤں گا تو فرطِ مسرّت سے اُس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ مجھے خوف معلوم ہوا کہ مسرّت کے اِس والہانہ اظہار سے کہیں اُس کی زندگی خطرے میں نہ پڑ جائے۔ اُس کے دل کی ہر کیفیّت اُس کی آنکھوں میں آ گئی تھی۔ اُس نے اپنی آنکھیں میرے چہرے پر جما رکھی تھیں۔ کبھی کبھی وہ اپنا مُنہ بھی کھولتی لیکن وہ اپنی کوئی بات بھی پُوری نہ کر سکتی۔

اپنی خستہ حالی کے باوجود میں نے اُس کی آنکھوں میں اپنی مسرت ڈھونڈ لی تھی۔ اُس کے دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ اُسے مجھ سے محبت تھی۔ یہ سچ تھا کہ میں اپنا سب کچھ گنوا بیٹھا تھا لیکن میں مینن کے دِل کا مالک تھا اور یہی دولت میرے لئے سب سے بڑی دولت تھی۔ اِس سے مجھے کیا غرض تھی کہ میں کہاں رہتا ہوں اور کہاں نہیں۔ امریکہ ہو یا یُورپ۔ میرے لئے ہر جگہ یکساں قیمت رہتی تھی۔ دو چاہنے والے تو اِس کائنات میں کہیں بھی رہ سکتے ہیں۔ مجھے ڈر تھا تو اِس بات کا کہ مینن مُفلس اور مفلوک الحال نہ رہے۔ میں خواب دیکھنے لگا تھا کہ میں مینن کے ساتھ ایک جنگل میں زندگی بسر کر رہا ہوں اور وہاں جنگلیوں کے سِوا کوئی اور نہیں۔ جنگل کیسا ہی بھیانک کیوں نہ ہو۔ وہ جنگلی کتنے ہی خونخوار کیوں نہ ہوں۔

میرے والد اور مونبسور جی سے زیادہ خونخوار نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ وہ جنگلی ہمیں امن چین سے رہنے دیں گے۔ اگر کتابوں کے تذکرے جھوٹے نہیں ہیں تو جنگلی قدرتی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُنھیں دولت سے کوئی محبّت نہیں ہوتی۔ وہ جھوٹے وقار کا احساس بھی نہیں رکھتے جس نے میرے والد کو میرا دُشمن بنا دیا تھا۔ وہ جب دو چاہنے والوں کو اپنی طرح سادہ زندگی بسر کرتے دیکھیں گے تو اُن کی زندگی میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔

مجھے افسوس ہو رہا تھا کہ میں نے بے کار اتنا روپیہ برباد کر دیا تھا۔ جو تھوڑی بہت رقم میرے پاس بچ رہی تھی وہ تیزی سے ختم ہو رہی تھی۔ کاش! میں نے اُن سپاہیوں پر حملہ کرنے کے لئے فوجیوں کی خدمات نہ حاصل کی ہوتیں! امریکہ پہنچ کر میرے پاس اتنا سرمایہ ضرور ہوتا کہ میں عرصہ تک مینن کی بہت سی خواہشات پوری کر سکتا۔ میں اُس کے لئے آرام آسائش کا سامان مُہیّا کر سکتا۔

جب سپاہیوں کو اِس بات کا یقین ہو گیا کہ میں جنوں کی حد تک مینن سے محبّت کرتا ہوں تو وہ ذرا ذرا سی بات کے لئے قیمت وصول کرنے لگے۔ میں محبّت کی خاطر روپے کو حقیر سمجھ رہا تھا۔ میں روپے کی بدولت صبح سے شام تک مینن کے پہلو میں بیٹھا رہتا۔ جب میرا بٹوہ خالی ہو گیا تو درندہ صفت سپاہی سختی سے پیش آنے لگے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ مجھے مل گئے۔ آپ نے میری مدد کی۔ میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ آپ نے جو رقم مجھے دی تھی میں اُس کے سہارے بندرگاہ ہاورے تک بخیریت پہنچ گیا۔ سپاہیوں نے

آپ کی دھمکی کے ڈر سے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

میں ہاور سے پہنچکر سب سے پہلے ڈاک خانہ گیا۔ طبرجے کا خط ابھی تک نہیں آیا تھا۔ میں نے ڈاک خانہ کے کلرکوں سے پوچھا کہ ڈاک کب آئے گی؟ اُنھوں نے بتایا کہ ڈاک دو روز کے بعد آئے گی۔ بدقسمتی سے ڈاک اُس دِن آنے والی تھی جس دن ہمارا جہاز امریکہ روانہ ہونے والا تھا۔ میری مایوسی کی اِنتہا نہ رہی۔ "قدرت ہمارا کس حد تک اِمتحان لے رہی ہے۔!" میرے مُنہ سے نکلا۔ میبن نے کہا۔ "ایسی زندگی سے تو مر جانا بہتر ہے۔ آؤ سمندر میں چھلانگ لگا دیں۔۔۔ اگر تم مرنا نہیں چاہتے تو اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ دو۔۔۔ واپس جاکر کسی خوش بخت عورت کو تلاش کر لو جس کی باہوں میں تمہیں سکون مُیسّر آسکے۔۔۔"

"میری قسمت تو تم سے وابستہ ہو چکی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

طبرجے کی امداد سے قطعاً مایوس ہو کر میں نے اپنا گھوڑا بیچ دیا۔ اب میرے پاس صرف ایک سو ستّر فرانک تھے۔ ستّر فرانک سے میں نے میبن کے لئے کچھ چیزیں خریدیں اور سو فرانک امریکہ میں قسمت آزمائی کے لئے الگ رکھ لئے۔ مجھے جہاز میں آسانی سے جگہ مِل گئی۔ اِس لئے کہ امریکہ جانے والے نوجوانوں کی مانگ تھی۔ اُن سے کرایہ بھی نہیں لیا جاتا تھا اور راستہ میں کھانا مُفت دیا جاتا تھا۔ سنیچر کو ڈاک آنے والی تھی اور سنیچر ہی کو ہمارا جہاز روانہ ہو رہا تھا۔ میں نے طبرجے کے نام ایک درد بھرا خط لکھا۔

موسم سازگار تھا۔ جہاز روانہ ہوا۔ کپتان نے مجھے اور میبن کو ایک

الگ جگہ دیدی۔ وہ ہم سے بہت مہربانی کے ساتھ پیش آتا اور ہمارا ہر طرح خیال رکھتا۔ بات یہ تھی کہ پہلے ہی دن میں نے اُسے اپنی محبت کی کہانی سُنا دی تھی۔ وہ میری سرگذشت سے بہت متاثر ہوا تھا۔ میں نے اُس سے یہ جھوٹ بھی بولا تھا کہ ٹینن میری بیوی ہے۔ اُس نے میری باتوں پر اعتبار کر لیا۔ اُس نے وعدہ کیا کہ وہ ہماری ہر طرح حفاظت کرے گا۔ اُس نے اپنی بات رکھی۔ وہ اس بات کا پورا خیال رکھتا کہ ہمیں کھانا وقت پر ملا تھا یا نہیں؟ کہیں کھانا کم تو نہیں رہ گیا تھا۔؟ جوں جوں امریکہ نزدیک آتا جا رہا تھا میرے اطمینانِ قلب میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

ایک تنہا قبر

دو مہینوں کی طویل مسافت کے بعد ہم امریکہ کے ساحل پر پہنچے۔ پہلی نگاہ میں وہ ملک کچھ دلفریب نظر نہ آیا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی دھرتی ویران پڑی تھی۔ پیڑ بھی بہت کم تھے۔ ہوا چلتی تھی تو جھولنے لگتے تھے۔ نہ کوئی درندہ نظر آرہا تھا اور نہ انسان! جب جہاز کے کپتان نے توپ کا گولہ چھوڑا تو ہمیں "نیو اورلینز" کے کچھ باشندے نظر آئے۔ وہ ہمارے خیر مقدم میں اپنی ٹوپیاں اُچھال رہے تھے۔ پہاڑیوں کی وجہ سے ہم وہ قصبہ دیکھ نہیں پائے تھے جہاں یہ لوگ رہتے تھے۔ وہ ہم سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ فرانس کے حالات پوچھ رہے تھے۔ بار بار ہم سے اِس طرح لپٹ رہے تھے جیسے ہم اُن کے سگے بھائی ہوں اور مفلسی و تنہائی میں اُن کا ہاتھ

بتانے آئے ہوں۔ وہ ہمیں ساتھ لے کر قصبے کی طرف بڑھے۔ یہ قصبہ بہت ہی شکستہ حالت میں تھا۔ گورنر کا بنگلہ پہاڑی پر واقع تھا۔ اُس کے گرد مٹی کی ایک دیوار تھی۔

سب سے پہلے ہمارا گورنر سے تعارف کرایا گیا۔ جہاز کا کپتان اُس کے ساتھ دیر تک باتیں کرتا رہا۔ کپتان سے باتیں کرنے کے بعد گورنر باری باری اُن سب عورتوں کا جائزہ لینے لگا جو جہاز سے اُتری تھیں۔ جہاز میں کل تیس عورتیں تھیں۔ اِس لئے کہ ہاورے میں ایسی ہی عورتوں کا ایک دستہ ہم سے آملا تھا۔ دیر تک اُن عورتوں کی پڑتال کرنے کے بعد اُس نے قصبے کے چند نوجوان طلب کئے جنھیں بیویوں کی ضرورت تھی۔ اُس نے خوبصورت عورتوں کو اُن نوجوانوں کے حوالے کیا۔ جن کا ملازمت میں مرتبہ ذرا اُونچا تھا۔ باقی عورتیں قرعہ اندازی سے تقسیم کر دی گئیں تو اُس نے ہمیں اپنے پاس روک لیا اور بولا ”کپتان نے مجھے بتایا ہے کہ تم شادی شدہ ہو۔ ذہین ہو۔ اور ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے ہو۔ مجھے تمہارے مصائب کا سبب تو معلوم نہیں لیکن میں یہاں تمہاری زندگی کو انتہائی خوشگوار بنانے کی کوشش کروں گا اور تم اُس کے بدلے میں میرے لئے تفریح کا سامان مہیا کرو گے۔ یہ جگہ بہت ویران اور سنسان ہے۔“

میں نے اُس کی باتوں کا مناسب جواب دیا۔ گورنر نے میری طرف سے مطمئن ہو کر شہر میں ہمارے لئے ایک مکان خالی کئے جانے کا حکم دیا۔ اُس نے ہمیں دوپہر کے کھانے کی دعوت بھی دی۔ اُس نے ہم سے ہماری

لگا دو گی وہ سونا ہو جائے گی!"

"میں جانتی ہوں۔ میں کہاں ہوں۔ تم نے جس طرح مجھ سے محبت کی ہے اُس کا دُنیا میں جواب ملنا مشکل ہے! میں نے تم سے کئی بار بیوفائی کی لیکن تمہارے دِل میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ میں تمہارے مقابلہ میں بہت حقیر ہوں۔ میں نے یہ آنسو اِس لئے بہائے ہیں کہ میں تمہاری آنکھوں سے آنکھیں نہیں مِلا سکتی ــــ میں بہت شرمندہ ہوں۔ میں اگر تمہارے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دوں تو تمہاری قربانیوں کا صِلہ نہیں دے سکتی ـــــ!"

"مبین اِس بات کا خیال رکھو کہ میں اِتنی مسرت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ تمہاری محبت کا یہ اظہار جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے۔ میں تم سے اِس کے سوا کچھ بھی طلب نہیں کرتا۔ مجھے تمہارے دِل کا حال معلوم ہے۔ تم میری مسرت ہو۔ آج مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میری مسرت پائدار اور جاوداں ہے!" میں نے پیار سے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔

گورنر کے ساتھ ہماری دوستی روز بروز مستحکم ہوتی جا رہی تھی۔ دو ہفتوں کے بعد اُس نے مجھے قلعہ میں مُلازم رکھ لیا۔ یہ ملازمت اِتنی شاندار تو نہیں تھی لیکن ہماری گذر بسر اچھی طرح ہو سکتی تھی۔ میں نے مبین کے لئے ایک خادمہ اور اپنے لئے ایک مُلازم رکھ لیا۔ ہم دونوں کی زندگی ایک مثالی زندگی تھی۔ ہماری شرافت اور ہماری نفاست پسندی نے ہمیں اُس قصبہ کے لوگوں میں ہر دلعزیز بنا دیا۔ ہمارے خیالات میں بھی

زندگی کے متعلق مزید سوالات نہ کئے۔ عام موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ وہ انسانی برادری کے نکالے ہوئے انسانوں کے جھرمٹ میں ایک نہایت ہی معقول شخص نظر آرہا تھا۔ ہم نے اُسے اپنی باتوں سے خوش کرنے کی انتہائی کوشش کی۔

شام کو وہ ہمیں اُس گھر میں لے گیا جو ہمارے لئے جھاڑ پونچھ کر تیار کیا گیا تھا۔ یہ مٹی اور لکڑی سے بنا ہوا مکان تھا۔ اُس میں تین کمرے تھے۔ گورنر نے پانچ چھ کرسیاں بھجوادی تھیں۔ روزمرّہ کے استعمال کی چند چیزیں بھی وہاں پڑی تھیں۔ مینٹن اِس خستہ حال مکان کو دیکھ کر سر سے پاؤں تک لرز گئی۔ وہ دراصل میری وجہ سے پریشان تھی کہ میں ایسے مکان میں رہنا پسند نہیں کروں گا۔ جب ذرا تنہائی ہوئی تو وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر رونے لگی۔ میں نے اُس کی تشفّی کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ وہ سسکیاں لیتے ہوئے کہہ رہی تھی —— تمہیں یہ سب کچھ میرے لئے برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔۔!"

میں نے حوصلہ مندی سے کام لیتے ہوئے کہا —— "تم ہو تو مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ تم میرے پاس ہو! اِس سے بڑی مسرّت کی اور میں کیا تمنّا کر سکتا ہوں! مجھے یہ جگہ اِتنی بُری دکھائی نہیں دیتی۔ گورنر ہم پر مہربان ہے۔ وہ ہمیں یہاں مُفلس و فادار نہیں رہنے دے گا۔ یہاں ہر آدمی کے پاس ایسا ہی گھر ہے ——" میں نے اِس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا —— "میری جان! تم کیمیا گر ہو —— جس چیز کو ہاتھ

کے ساتھ میری داستان سُنی اور اُس نے وعدہ کیا کہ وہ شادی کی اِس تقریب کے تمام اخراجات خود برداشت کرے گا۔ میں مسرت سے ہمکنار گھر لوٹا۔

ایک گھنٹے کے بعد پادری ہمارے گھر آیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ ہمیں ضروری ہدایات دینے کے لئے آیا ہے لیکن اُس نے بہت سرد مہری کے ساتھ ہمارا خیر مقدم کیا اور پھر اُس نے بتایا "گورنر نے حکم دیا ہے کہ شادی مُلتوی کر دی جائے ـــــ اِس لئے کہ وہ مینن کے مُستقبل کے متعلق ایک نئی تجویز اپنے ذہن میں رکھتا ہے ـــــ"

"کون سی نئی تجویز ـــــ؟" میں نے خوفزدہ ہو کر پوچھا۔

پادری نے سنجیدہ لہجے میں انکشاف کیا "گورنر اِس شہر کا تنہا حکمران ہے ـــــ مینن کو فرانس سے اِس بستی میں بھیجا گیا ہے۔ گورنر کو یہ حق ہے کہ جس طرح وہ مناسب سمجھے مینن کے ساتھ سلوک کرے ـــــ وہ اپنی مرضی کے مطابق مینن کو کسی کے حوالے کر سکتا ہے۔ اُس نے ابھی تک ایسا اس لئے نہیں کیا تھا کہ وہ تمہیں شادی شدہ سمجھتا تھا۔ لیکن آج جب اُسے یہ علم ہوا کہ مینن شادی شدہ نہیں ہے تو اُس نے مینن کو سینے لٹ کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سینے لٹ کو مینن سے محبت بھی ہے ـــــ"

میں اپنے آپے سے باہر ہو گیا ـــــ "سینے لٹ ہو یا یہ تمام قصبہ ـــــ کوئی میری بیوی کہے یا جیسا کہ تمام لوگ اِس وقت کہہ رہے ہو۔ میری داشتہ پر کوئی اُنگلی نہیں اُٹھا سکتا۔ وہ میری ہے اور میری رہے گی ـــــ!"

میں نے جب مینن کو بتایا کہ پادری کیا پیغام لایا ہے تو اُس نے کہا سینے لٹ

پُختگی آتی جارہی تھی۔ ہم نے زندگی کے عام ڈھرّے کو قبول کر لیا تھا۔ اب ہم سنجیدہ باتوں پر غور کرتے تھے۔ ہم دونوں کی باقاعدہ شادی نہیں ہوئی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ اپنے تعلقات کو قانونی شکل دیدی جائے ۔۔۔۔۔۔ "میں خود کئی بار یہ سوچ چکی ہوں ۔۔۔"

مینن نے میرے ارادوں سے آگاہ ہونے پر کہا۔

میں گورنر کے پاس گیا اور اُسے میں نے اپنے مختصر سے حالات بتا کر شادی کی تقریب کے لئے اُس سے اجازت مانگی۔ شہر میں ایک ہی کلیسا تھا اور ایک ہی پادری۔ میں نے اُسے منا لیا تھا کہ وہ انتہائی رازداری سے کام لے کر ہم دونوں کو رشتۂ ازدواج میں مُنسلک کر دے گا۔

گورنر کا ایک بھتیجا تھا جس کا نام سینٹ لٹ تھا۔ گورنر کو اپنا یہ بھتیجا بہت عزیز تھا۔ اُس کی عمر تیس برس کے لگ بھگ تھی۔ جس دِن ہم امریکہ پہنچے تھے اُس روز سے مینن کے حسن نے اُس پر جادو کر دیا تھا۔ وہ ابھی تک کنوارا تھا۔ وہ کئی بار ہم سے ملنے بھی آیا تھا۔ گذشتہ آٹھ مہینوں سے وہ اِس آرزو کی پرورش کر رہا تھا کہ کس طرح مینن کو حاصل کرے۔ شہر کے دُوسرے لوگوں کی طرح اُسے بھی یقین تھا کہ ہم شادی شُدہ ہیں۔ اس لئے وہ کوئی قدم اُٹھانے سے پرہیز کر رہا تھا۔ اُس نے اپنی محبت پر فتح پالی تھی اور وہ میرا دوست بن گیا تھا۔ جس دِن میں گورنر سے اپنی شادی کی تقریب کے لئے اجازت طلب کرنے گیا تو سینٹ لٹ وہاں موجود تھا۔ میں نے اُس کی پرواہ نہ کی اور اُس کے سامنے اپنا دِل کھول کر رکھ دیا۔ گورنر نے حسبِ معمول مہربانی

میں میرے خیالات کو پڑھ لیا۔ وہ ایک بہادر نوجوان تھا۔ اُس نے میرے قریب آکر کہا ـــــ "تم شاید مجھے تلاش کر رہے ہو ـــــ میں جانتا ہوں کہ میرے ارادوں نے تمھیں برہم کر دیا ہے۔ کیوں نہ ہم آپس میں لڑ کر اِس بات کا فیصلہ کر لیں ـــــ ہم میں سے جو خوش قسمت ہوگا وہ مینن کو لے جائے گا۔" میں تو اس تجویز کے خیر مقدم کیلئے پہلے ہی سے تیار تھا۔

ہم فوراً قصبے سے دُور نکل گئے اور یہ طے پایا کہ تلوار سے مینن کا فیصلہ کیا جائے ـــــ میں نے فوراً ہی اُسے زخمی کر دیا اور تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ میں اُس گھڑی اُس کا کام تمام کر دینا چاہتا تھا لیکن میں اپنی خاندانی نجابت و شرافت پر داغ نہیں لگانا چاہتا تھا۔ ایک نہتے شخص پر وار کرنا مردانگی نہیں۔ میں نے اُس کی تلوار اُسے پھر دیتے ہوئے کہا۔ "آؤ پھر سے شروع کریں۔" میرا خون کھول رہا تھا۔ میں کوئی بہت بڑا شمشیر زن نہیں تھا۔ میں نے پیرس میں شمشیر زنی میں صرف تین مہینے تک تربیت حاصل کی تھی۔ لیکن محبت میری رہنمائی کر رہی تھی۔ سینٹ لٹ اپنی تلوار میرے بائیں بازو میں گھونپنے میں کامیاب ہو گیا لیکن میں نے ایسا جوابی حملہ کیا کہ وہ میرے قدموں پر بےحس و حرکت گر پڑا۔

فتح کی خوشی کے باوجود میں گھبرا گیا۔ مجھے سینٹ لٹ کے انجام پر رشک آرہا تھا۔ کاش! میرا یہ انجام ہوتا ـــــ میری مصیبت ختم ہو جاتی یکایک مجھے خیال آیا کہ میں کیا حماقت کر رہا ہوں۔ مجھے مینن کی خاطر ہر مصیبت کا ہنستے ہوئے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ "!

ہی نے گورنر کو ورغلایا ہوگا۔ گورنر کے پاس فوج ہے۔ وہ طاقتور ہے۔ وہ لوگوں سے اپنا حکم منوا سکتا ہے ——— اب ہم کہاں بھاگ کر جائیں؟ ہمارے راستے میں سمندر حائل ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہمیں امریکہ کے کسی جنگل میں نکل جانا چاہیئے۔ جا کر جنگلیوں میں رہنا چاہیئے۔ اُن میں انسانوں سے کم درندگی ہوتی ہے۔ میں اپنے آپ سے سوالات کر رہا تھا اور خود ہی اُن کے جواب دیئے جا رہا تھا۔ کافی سوچ بچار کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچا کہ مجھے گورنر سے ملنا چاہیئے۔ مینن مجھے اُس کے پاس جانے سے روکنا چاہتی تھی۔ اُس نے روتے ہوئے کہا ——— "تم وہاں اپنی موت سے ملنے جا رہے ہو۔ وہ تمہیں ہلاک کر دیں گے۔ میں تمہیں پھر کبھی نہیں دیکھ سکوں گی!"

میں نے اُسے منانے کے لئے بہت کوشش کی۔ میں نے وعدہ کیا کہ میں فوراً لوٹ آؤں گا۔

میں قلعہ میں گیا تو پادری گورنر کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ میں نے گورنر کے دل میں رحم کا جذبہ بیدار کرنے کے لئے انتہائی انکسار سے کام لیا لیکن اُس نے میری التجاؤں کا بس یہی جواب دیا کہ مینن کو وہ اپنے بھتیجے کو بخش چکا ہے۔ میں نے اپنے دل پر قابو رکھا اور گورنر سے کہا ——— "اگر مینن کو مجھ سے چھین لیا گیا تو میں مر جاؤں گا ——— !"

جب میں گورنر سے مل کر واپس آیا تو مجھے یقین ہو چکا تھا کہ گورنر کے فیصلہ کو کوئی نہ بدل سکے گا۔ میں اِس تباہی سے بچ نکلنے کی ترکیب سوچتا آ رہا تھا کہ راستے میں مجھے سینٹ لٹ مل گیا۔ اُس نے میری آنکھوں

باشندوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جانا چاہیئے۔ میں مقامی باشندوں کی زبان بھی سیکھ گیا تھا۔ مجھے اُن کے رسم ورواج کا بھی تھوڑا بہت علم تھا۔ دُور انگریزوں کی بستیاں تھیں۔ لیکن انگریزوں کی بستی تک پہنچنے کے لئے سربفلک پہاڑوں سے گذرنا پڑتا تھا۔ میں اِس اُمید میں کہ شاید مقامی باشندے ہماری مدد کریں۔ اور ہمیں انگریزوں کی بستی میں پہنچادیں خدا کا نام لے کر نکل کھڑا ہُوا۔

ہم صرف دو ہی میل چلنے پائے تھے کہ میبَن کی ہمّت جواب دے گئی وہ بہت تھک گئی تھی اور آگے بڑھنے کے قابل نہیں تھی۔ ہم ایک بہت بڑے میدان کے بیچوں بیچ بیٹھ گئے۔ آس پاس کوئی درخت بھی نہیں تھا۔ جس کے نیچے ہم پناہ لے سکتے۔

میرے بازو کے زخم سے خون بہہ رہا تھا اور یہ زخم ٹھنڈا پڑنے پر تکلیف دے رہا تھا میبَن نے میرے زخم پر تازہ پٹّی باندھ دی میبَن کی نقاہت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ اُس کے لئے بیٹھنا دُشوار ہورہا تھا۔ زمین ٹھنڈی اور خُنک تھی۔ میں نے اپنا کوٹ اُتار کر بچھادیا تاکہ میبَن کو اُس پر بیٹھنے سے سردی نہ محسوس ہو۔ میں ہم آغوشی سے اُسے گرمی پہنچانے کی کوشش کرتا رہا میبَن پر نیم غشی کی سی حالت طاری ہورہی تھی۔ میں رات بھر اُس کے سرہانے بیٹھا رہا۔ میں خوش تھا کہ وہ آرام کی نیند سو رہی تھی۔

میں اپنی کہانی مختصر الفاظ میں ختم کرنے کے لئے آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ اِس لئے کہ اس کی تفصیلات کچھ ایسی ہیں جنھیں میں بیان نہیں کرسکتا۔ میرا کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔

میں دوڑتا ہوا گھر آیا۔ میبن خوف اور تشویش سے نیم جاں ہو رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اُس کی جان میں جان آئی۔ میں نے اُسے تازہ واقع شروع سے آخر تک سُنایا۔ اپنے زخم اور سینے لیبٹ کی موت کا ذکر کیا۔ وہ بے جان ہو کر میرے بازوؤں میں گر پڑی۔ اُسے ہوش میں لاتے کے لئے پندرہ منٹ صرف ہوئے۔

میں خود نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ مجھے اپنی اور میبن کی حفاظت کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ "میبن! اب ہم کیا کریں ــــــ؟"
میں نے مایوس ہو کر پوچھا۔ پھر میں نے کہا۔ "ہمیں یہاں سے بھاگ جانا چاہیئے۔ ہم کیوں۔ مجھے یہاں سے بھاگ جانا چاہیئے۔ تم یہیں اِس قصبہ میں رہو۔ شاید تم مسرت کی زندگی بسر کر سکو۔ میں کسی جنگل میں نکل جاؤں گا اور جنگلیوں کے ہاتھوں مارا جاؤں گا۔ یا پھر خوفناک درندے میرے ٹکڑے کر دیں گے۔"

یہ سُن کر میبن بھی اپنی کمزوری کے باوجود اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔
"چلو کہاں چلنا چاہتے ہو؟ میں تمہارے ساتھ چلوں گی!"
میں نے اپنی جیبیں اشیائے خوردنی سے بھر لیں۔ اپنے نوکروں سے جو ساتھ کے کمرے میں تھے میں نے یہ کہا کہ ہم شام کی سیر کو جا رہے ہیں۔ گھر ذرا دیر سے لوٹیں گے۔

ہم گھر سے باہر نکلے تو ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ہماری منزل کیا ہے۔ امریکہ میں دس مہینے گزارنے کے بعد مجھے اِتنا ضرور پتہ چل گیا تھا کہ مقامی

میں لے گئے۔ ڈاکٹر نے اُس کا مُعائنہ کیا تو پتہ چلا کہ وہ نہ صرف زندہ تھا بلکہ اُس کے کوئی شدید زخم بھی نہیں آیا تھا۔ سینٹ لیٹ نے گورنر کو سارا قصّہ سُنادیا۔ گورنر ایک رحمدل اِنسان تھا۔ اُس نے چاروں طرف ہماری تلاش میں آدمی دَوڑا دیئے۔ مجھے اُن لوگوں نے میبن کی قبر پر نیم مُردہ حالت میں پایا۔ وہ مجھے وہاں سے اُٹھا لائے۔ میں نے جب اپنی آنکھیں کھولیں تو میں دَرد سے کراہ رہا تھا۔ سینٹ لیٹ نے میبن کی موت پر میری جاں بخشی کے لئے اپیل کی جو منظور ہو گئی۔ میں تین ہفتوں تک بستر پہ پڑا رہا۔ زندگی سے میری نفرت کم نہیں ہُوئی تھی۔ بیماری نے مجھے پُرسکون کر دیا۔ میری جسمانی صحت یابی کے ساتھ ساتھ میری ذہنی حالت میں بھی تبدیلی آتی گئی۔ صحتیاب ہونے پر میں اپنے فرائض تندہی سے انجام دیتا رہا۔۔۔ میں اُس جہاز کا مُنتظر رہا جو سال میں ایک بار اُس بستی میں مزید لوگوں کو لے کر آتا تھا۔ میں واپس فرانس جانا چاہتا تھا۔

میں شفایاب ہونے کے بعد ایک دِن سمندر کے کنارے ٹہل رہا تھا کہ وہاں ایک تجارتی جہاز آکر لنگر انداز ہُوا۔ میں اُس جہاز سے لوگوں کو اُترتے ہُوئے دیکھنے لگا۔۔۔ میری حیرت کی اِنتہا نہ رہی جب میں نے اُن لوگوں میں اپنے دوست طبرجے کو بھی شہر کی طرف بڑھتے ہُوئے دیکھا۔۔۔ میرے وَفادار دوست نے مجھے فوراً پہچان لیا حالانکہ غم واندوہ نے میرے چہرے پہ جھُرّیوں کا جال بچھا دیا تھا۔

طبرجے نے مجھے بتایا کہ وہ محض میری خاطر فرانس سے امریکہ آیا ہے۔

میں رات بھر سانس روکے پڑا رہا۔ اس لئے کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ مبین کی نیند میں کوئی خلل واقع ہو۔ صبح ہوئی تو میں نے مبین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مبین کا ہاتھ سرد تھا اور کانپ رہا تھا۔ میں نے اُسے اپنے سینے سے لپٹا لیا۔ مبین نے بمشکل اپنے لب کھولے اور اُس نے زیرِ لب یہ کہا — "میرا خیال ہے میری آخری گھڑی آ پہنچی ہے" — وہ اُکھڑے اُکھڑے سانس لے رہی تھی اور مجھ سے چمٹی جا رہی تھی۔ اُس نے میری باہوں میں اپنا دم توڑ دیا — کاش! میرا بھی اُس وقت دم نکل جاتا! میں وہاں مبین کی پیشانی، اُس کی آنکھوں کو پیار سے چومتا ہوا گھنٹوں پڑا رہا۔ میں خود بھی اِس کے ساتھ مر جانا چاہتا تھا۔ چند گھنٹوں کی خود فراموشی کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں نے یہ سوچا اگر میں مر گیا تو مبین کی لاش کو درندے نوچ ڈالیں گے۔ اِس خیال کے آتے ہی میں نے اُس کو دفنانے کا فیصلہ کیا اور پھر اُس کی قبر پر سر رکھ کر ہمیشہ کی نیند سو جانے کا ارادہ کیا

بھوک سے میری آنکھوں میں بھی تارے ناچ رہے تھے۔ قبر کھودتے کھودتے مجھے چکر آ جاتا تھا۔ میں نے ہمت نہیں ہاری۔ قبر کھد چکی تو میں نے مبین کی لاش کو اپنے کپڑوں میں لپیٹ کر قبر میں لٹا دیا۔ اِس کے بعد میں اپنی آنکھیں بند کر کے قبر پر لیٹ گیا۔ اب میں اپنی آنکھیں کبھی نہیں کھولنا چاہتا تھا۔ میں موت کا منتظر رہا۔

قدرت اپنا کام کر رہی تھی۔ سیٹھ لیٹ کی لاش کو لوگ اُٹھا کر شہر

صحّت اور زندگی

اِس مفید کتاب کا مطالعہ آپ کے لئے اتنا مفید ثابت ہوگا کہ آپ اِسے خود پڑھنے کے بعد اپنے اُن عزیزوں اور دوستوں کو پڑھنے کی تلقین کریں گے جن کی صحت آپ کو عزیز ہے۔

یہ کتاب دُنیا کے نامور ڈاکٹروں اور چوٹی کے سائینسدانوں کے عملی تجربات کا نچوڑ ہے جس میں حُسن، صحت اور جوانی قائم رکھنے کے قیمتی اور پوشیدہ راز۔ اِنسانی جسم کے پیچیدہ سے پیچیدہ امراض کو بِلا دوا دُور کرنے کے ایسے آسان طریقے، تدابیر اور علاج درج کئے گئے ہیں جن پر عمل کرنے سے آپ بہت سی بیماریوں سے عُمر بھر کے لئے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ مُفید کتاب جناب خوشتر گرامی ایڈیٹر بیسویں صدی دہلی کے برسوں کے مطالعے کا نچوڑ اور بیشمار انگریزی کتابوں کی رُوح ہے۔ فاضِل مؤلف کی محنت کا اندازہ آپ اِس بات سے کر سکتے ہیں کہ بعض اوقات ایک ہزار صفحے کی انگریزی کتاب پڑھ ڈالی اور اُس میں سے محض اتنا سرمایہ ملا جو اِس کتاب کے صرف ایک صفحے میں سما سکے اِس میں غذا، صحت، شباب اور تندرستی کے متعلق وہ تمام باتیں تفصیل سے لکھ دی گئی ہیں جن کا جاننا ہر اِنسان کیلئے ضروری ہے۔ صحت اور تندرستی کے خواہشمند اس کتاب کو ضرور پڑھیں۔ یہ مفید کتاب دو حِصّوں پر مُشتمِل ہے اور اِسمیں ۲۲۰ سے زائد کارآمد اور مفید مضامین درج ہیں۔ پختہ جلد، جاذبِ نظر گرد پوش، لکھائی چھپائی اعلیٰ، ولائتی کاغذ قیمت مکمّل ہر دو حصّے صِرف تین رُوپے جو اِس کی خوبیوں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

ملنے کا پتہ:۔ رسالہ بیسویں صدی دہلی

آرڈر دیتے وقت اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھئے ــــ محصُول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

وہ چاہتا ہے۔ کہ مجھے فرانس واپس لے چلے۔ ہاورے سے میں نے اُس کے نام جو خط لکھا تھا وہ اُسے مل گیا تھا۔ وہ خود ہاورے پہنچکر میری امداد کرنا چاہتا تھا لیکن میرا جہاز ہاورے سے روانہ ہو چکا تھا۔ اگر اُس وقت کوئی جہاز امریکہ جا رہا ہوتا تو وہ ہمارے پیچھے پیچھے امریکہ آجاتا۔ اُسے بہت مشکل سے ایک جہاز میں جگہ ملی۔ اُس جہاز پر ہسپانیہ کے بحری ڈاکوؤں نے حملہ کیا اور کئی مہینوں تک اُن کی قید میں رہا۔ وہ بمشکل اُن کی قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہُوا اور یہ تجارتی جہاز اُسے میرے پاس لے آیا۔

میں اپنے دوست کی اِس محبت کا شکریہ نہ ادا کر سکا۔ میں اُسے اپنے گھر لے گیا۔ میں نے اُسے اپنی زندگی کی کہانی سُنائی۔ جب میں نے شریفانہ زندگی بسر کرنے کا اُس سے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو وہ مسرت سے اُچھل پڑا۔ اُس نے کہا یہ خبر سُن کر اُس کی تمام تکان دُور ہو گئی ہے۔

ہم دو مہینوں تک نیو آرلینز میں ساتھ رہے۔ ہم دونوں فرانس جانے والے جہاز کے مُنتظر تھے۔ پندرہ روز ہُوئے ہم امریکہ سے ہاورے پہنچے۔ وہاں مجھے یہ افسوسناک خبر ملی کہ میرے والد کا اِنتقال ہو چکا ہے۔ ہوا سازگار تھی۔ ہم ہاورے سے کیلس پہنچ گئے۔ اب میں یہاں سے چند میل کے فاصلے پر واقع ایک قصبہ میں جانا چاہتا ہوں جہاں میرا بھائی میرا انتظار کر رہا ہے ــــــ

The End. Thank you

written by

Aslam Burga

حسین آبشاروں کا عکاس۔ پہاڑی رومانوں کا ترجمان اور ہر طبقہ کا محبوب ناول نگار ٹھاکر پونچھی بی۔ اے کے لکھے ہوئے شاہکار ناول جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہے ہیں۔

رات کے گھونگھٹ (ناول) جو شروع سے آخر تک دلچسپیوں اور دلفریبیوں کا مرقع ہے۔ جس میں نئی تہذیب کے اُن "فرشتوں" کی کہانی ہے جنھیں نئے نظام کی تاریک راتوں نے جنم دیا۔ مصنف نے آج کے سماج کے حسین چہروں سے پارسائی کے رنگین گھونگھٹ اُلٹ دیئے ہیں۔ ہر باب ایک ایسی شوخ رومانی داستان ہے جسے پڑھ کر آپ عش عش کر اُٹھیں گے۔ فاضل مصنف نے حقائق کو عدیم المثال فنکاری اور بیباکی سے پیش کیا ہے۔ ناول کا ذوق رکھنے والے کسی شخص کو اِس سے محروم نہ رہنا چاہیئے۔ اعلیٰ کتابت و طباعت نفیس کاغذ، پختہ جلد، مع حسین گرد پوش۔ قیمت فی جلد صرف دو روپے۔

شمع ہر رنگ میں جلتی ہے (ناول) جناب ٹھاکر پونچھی کی ایک بیحد دلچسپ مسرت انگیز اور صحت مند رومانی تخلیق جس کی ہر سطر سے چاندنی راتوں کی پُر بہار فضائیں اور حیات بخش زندگی کی رعنائیاں نغمہ بار ہیں۔ اُن مردوں کی کہانی جو عورت کو ایسے عُریاں انداز میں دیکھنے کے تمنائی ہیں جس پر سے نظریں پھسل پھسل جائیں۔ اپنی اُجڑی ہوئی تہذیب کی دھڑکنوں کا درد لئے، اپنی تلخ اور شیریں یادوں کے رنگین نقوش اُبھارنے والے ایک ایسے نوجوان کی حقیقت افروز کہانی جس کے ہاتھوں نے عورت کو حسن بخشا۔ اور لباس پہننا سکھایا تھا۔ لیکن سماج کے ٹھیکیداروں نے اُسے ننگا کرنے کے لئے مجبور کیا۔

اعلیٰ کتابت و طباعت، نفیس ولایتی کاغذ۔ مجلد مع دیدہ زیب رنگین گرد پوش
قیمت فی جلد صرف دو روپے۔ جو اس کی خوبیوں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

ملنے کا پتہ:- رسالہ بیسویں صدی دہلی

آرڈر دیتے وقت اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھیئے — محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

ایشیا کے عظیم فن کار جناب کرشن چندر ایم-اے کے لکھے ہوئے

دو نئے شاہکار

اُردو ادب میں بیش بہا اضافہ — بیسویں صدی کی دو نئی قابلِ فخر کتابیں

دِل کی وادیاں سو گئیں

(ناول) بے حد دلچسپ ناول جسے ایک بار شروع کر کے ختم کئے بغیر آپ کو چین نہیں آئے گا۔ طنز کے زہر میں بجھے ہوئے قہقہوں، خاموش محبت کے درد و اندوہ سے اُمڈے ہوئے آنسوؤں دبی دبی سسکیوں اور شعلہ ریز آہوں سے مرتب محبت کی ناکامی کی ایک ایسی داستان جس میں آج کے معاشرے کو نئے زاویئے سے نمایاں حقیقت کے رُوپ میں پیش کیا گیا ہے۔ عمدہ کتابت و طباعت، نفیس کاغذ، پختہ جلد مع حسین گرد پوش۔ قیمت فی جلد صرف تین رُوپے

کتاب کا کفن

(افسانے) نہایت دلچسپ، بلند پایہ، اور زندگی بخش افسانوں کا بے مثل مجموعہ جس میں طنز و مزاح، کیف و سرور اور رُومان بھی ہے حُسن و شباب کی حشر خیزیاں اور رعنائیاں بھی۔ کاغذ کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ۔ مجلد رنگین گرد پوش۔

قیمت فی جلد صرف تین رُوپے

ملنے کا پتہ:- رسالہ بیسویں صدی دہلی

آرڈر دیتے وقت اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھئے — محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا

روس کے عدیم المثال ناولِ نگار تورگنیف کا رومانی شاہکار

طوفانِ بہار

- جس کا ترجمہ دنیا کی بیالیس زبانوں میں ہو چکا ہے
- جس کا شمار دنیا کے دس عظیم رومانی ناولوں میں ہوتا ہے
- جس کی دو کروڑ سے زائد جلدیں فروخت ہو چکی ہیں
- جسے دنیا کے مشہور نقادوں نے لافانی رومان قرار دیا ہے
- جسے اردو میں پہلی مرتبہ ادارہ بیسویں صدی دہلی نے شائع کیا ہے

یہ ناول پاکیزہ اور دلآویز رومان کی ایک درد انگیز داستان ہے۔ ایک عورت کا پیار تعمیری بھی ہو سکتا ہے اور تخریبی بھی، یہ داستان انسانی زندگی کے اسی پہلو کو اجاگر کرتی ہے جوانی میں جذبہ و خیال کی ناپختگی اور ایک لمحہ کی چوک کس طرح ایک نوجوان کی زندگی کو پلٹ کر رکھ دیتی ہے۔ یہ کہانی حیات کے ایسے ہی رموز و اسرار کا پردہ چاک کرتی ہے اور مرد اور عورت کے پیار کے نشیب و فراز پر سے نقاب اٹھاتی ہے۔

مترجمہ:۔ حضرت محمود جالندھری

جاذب نظر کتابت و طباعت، عمدہ کاغذ، پختہ جلد، منظر فریب گرد پوش۔ قیمت فی جلد صرف تین روپے۔

ملنے کا پتہ:۔ رسالہ بیسویں صدی دہلی

آرڈر دیتے وقت اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھئے — محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

چاندنی کے سائے

ٹھاکر پونچھی کا ایک انتہائی دلچسپ نیا ناول

جس میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے اور مقدس جذبات محبت کے خدوخال نمایاں کئے گئے ہیں کہ محبت اگر انسان کی روح، اس کی زندگی اور اس کی موت کو حسین نہ بنادے تو وہ محبت نہیں گناہ ہے۔ اپنی نئی تخلیق میں فاضل مصنف نے اپنی روح کا سارا کرب، سارا اضطراب، اور بے قرار یادوں کا درد بھر دیا ہے۔ اور جذبات کے اظہار کے لئے نئی نئی راہیں تراشی ہیں۔ "چاندنی کے سائے" میں شبنم کی ٹھنڈک بھی ہے اور شعلے کی حرارت بھی مصنف کے منفرد اسلوب کی شاعرانہ لطافت، انسانی حزنیہ کی دھیمی دھیمی آنچ، اور کہیں طنز کی نشتریت، جو ٹھاکر پونچھی کا طرۂ امتیاز ہے ناول میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ قیمت فی جلد صرف دو روپے۔

زلف کے سر ہونے تک

ٹھاکر پونچھی کا ایک قابل قدر نیا ناول عشق و محبت اور حسن و شباب کی رعنائیوں اور زندگی کی مسرتوں اور حسرتوں کا سنگم۔ تین معصوم بھولی بھالی لڑکیوں، اور تین بے سہارا لڑکوں کی حسین ترین کہانی۔ جو اپنے لٹے ہوئے ماضی کے زندگی بخش سپنوں کو سنبھالے محلہ اصطبلاں کے تاریک اندھیرے خلاؤں میں وارد ہوتے ہیں۔ جہاں حسن، جوانی اور بھوک کی افراط ہے۔ اور جن کے ٹکراؤ سے پجاری مکھن باوا اور اس کے چیلوں کیلئے چاندسی بھگتن عورتیں جنم لیتی ہیں۔ پجاری مکھن باوا کی کہانی۔ پوترتا کی ایک گھناؤنی چکنی تصویر، جو بندر سے زیادہ ایک تھم بصورت حرم کا پجاری ہے۔ اور محلہ اصطبلاں کی حسین کنواریوں کی جوانیوں پر گدھ کی طرح جھپٹتا پھرتا ہے۔ قیمت فی جلد صرف تین روپے جو اس کی خوبیوں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

ملنے کا پتہ:- رسالہ بیسویں صدی دہلی

آرڈر دیتے وقت اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھئے ——— محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا

دھڑکتے دلوں کی محبت بھری داستانیں

وادیاں اور ویرانے

(ناول) جناب ٹھاکر پونچھی کا ایک شاہکار ناول، جسے چوٹی کے نقادوں نے ایک بہترین تہذیبی ناول قرار دیا ہے۔ سوکھے سڑے میدانوں اور سرسبز و شاداب پہاڑوں کی ایک حسین و جمیل رومانی کہانی۔ دو محبت بھرے دلوں کی ایک حقیقت افروز داستان۔ جنگل کی سادگی اور شہر کی شوخی مل کر جس کی تصویر مکمل کرتی ہیں۔ پونے چار سو صفحات۔

قیمت صرف چار روپے

عورت ایک پہیلی

کیا عورت واقعی ایک پہیلی ہے؟ سمجھ میں نہ آنے والی پہیلی؟ اس کا جواب آپ کو جناب راج کنول کے سولہ دل کش رومانی افسانے دیں گے۔ ہر افسانے میں آپ ایک سے ایک جدا عورت پائیں گے۔ بھٹکی ہوئی جوانیوں کی بہکی ہوئی آرزوئیں پائیں گے۔ قیمت فی جلد صرف تین روپے

یہ لڑکیاں

"بیباک اداؤں اور مخمور نگاہوں سے دلوں کو چرانے والی یہ لڑکیاں" انھیں رنگ رنگ کی لڑکیوں کے جذبات و احساسات کی تصویریں ہیں۔ آپ کے محبوب رومان نگار جناب اختر ملیح آبادی بی۔ اے نے ان لڑکیوں کے دلوں میں جھانک کر ان کی دھڑکنیں سنی ہیں۔ قیمت فی جلد صرف تین روپے۔

ملنے کا پتہ:۔ رسالہ بیسویں صدی دہلی

آرڈر دیتے وقت اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھئے محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا

- گناہ نمبر ایک :۔ وہ غریب تھی۔
- گناہ نمبر دو :۔ وہ حُسن و جمال کا مجسمہ تھی۔
- گناہ نمبر تین :۔ وہ رقص کے ایک اسکول میں کام کرتی تھی۔
- گناہ نمبر چار :۔ وہ تنہا تھی، اُس کا دُنیا میں کوئی نہ تھا۔
- گناہ نمبر پانچ :۔ وہ ایک شریف گھر کے لڑکے سے محبت کرتی تھی۔

چُنانچہ وہ ایک شریف وکیل صاحب کو گُناہوں کی زنجیر میں جکڑی ہوئی نظر آئی اور وکیل صاحب نے اُسے اپنی بہو بنانے سے انکار کر دیا۔

زنجیر

اُسی گنہگار لڑکی کی حسین و جمیل داستان ہے جسے پڑھ کر آپ عش عش کر اُٹھیں گے۔

زنجیر جسے ذکی انور نے لکھا ہے۔ اور ادارہ بیسویں صدی دہلی نے شائع کیا ہے۔ قیمت صرف دو روپے۔

آپ کے محبوب افسانہ نگار جناب جگدیش بمل کے دلچسپ، بلند پایہ، رومان پرور افسانوں کا حسین مجموعہ

آج کی بات

جس کے افسانے آج کے سماج، آج کے معاشرے اور آج کے ماحول کی رنگینیوں، مسرت کوشیوں اور اُلجھنوں کی ایک ایسی تصویر ہیں جس کے خدوخال کو حقیقت کی لکیروں سے ترتیب دیا گیا ہے۔ آپ اِن میں بکھرے ہوئے قہقہوں کو اپنے قہقہے، اِن میں سسکتی ہوئی آہوں کو اپنی آہیں اور اِن کے کرداروں کی پلکوں پر لرزتے ہوئے آنسوؤں کو اپنے آنسو سمجھنے پر مجبور ہو جائیں گے

نفیس کاغذ، کتابت و طباعت اعلیٰ۔ مجلد مع رنگین گرد پوش۔

قیمت فی جلد دو روپے

ملنے کا پتہ :۔ رسالہ بیسویں صدی دہلی

آرڈر دیتے وقت اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھئے — محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا

بیسویں صدی

خاوند بیوی کا راہنما

پریم شاستر کام شاستر گربھ شاستر

اِن کتابوں میں ایسے ایسے راز اور نُکتے بیان کئے گئے ہیں جن کا جاننا نوجوان جوڑوں کیلئے بہت ضروری اور بہت مفید ہے۔ ایسے ایسے کار آمد نکتے جو اکثر تجربہ کار سے تجربہ کار خاوندوں کو بھی معلوم نہیں۔ اور جنھیں جاننے کے بعد آپ کو شادی کی اصلی مسرتیں اور حقیقی لذتیں حاصل ہوں گی۔ گھر کو بہشت بنانے کی تدابیر تفصیل سے لکھی گئی ہیں۔ خاوند اور بیوی کے لئے اِن کتب کا مطالعہ اتنا ہی ضروری ہے جتنی ایک اِنسان کے لئے ہوا اور غذا ضروری ہے۔ اِن کتب کی خوبیوں کا اندازہ آپ اِس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ہندوستان جیسے غریب مُلک میں اِن کتب کی پانچ لاکھ سے زائد جلدیں فروخت ہو چکی ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی چیز کسی خاص خوبی کے بغیر اتنی بھاری تعداد میں فروخت نہیں ہو سکتی۔

پریم شاستر باتصویر	مجلّد	اُردو ایڈیشن	قیمت تین رُوپے
" "	"	ہندی ایڈیشن	" تین رُوپے
کام شاستر باتصویر	مجلّد	اُردو "	" تین رُوپے
" "	"	ہندی "	" تین رُوپے
گربھ شاستر باتصویر	مجلّد	اُردو "	" تین رُوپے
" "	"	ہندی "	" تین روپے

ملنے کا پتہ:۔ رسالہ بیسویں صدی دہلی

(دِلّی پرنٹنگ ورکس چاوڑی بازار دہلی میں چھپی)

بیسویں صدی

ASLAM
Mahmuda